ایک آنکھ والا

دجال

جدید ایڈیشن

(بعض اضافوں اور احادیث کی تخریج کے ساتھ)

ڈاکٹر گوہر مشتاق

ایک آنکھ والا دجال

ڈاکٹر گوہر مشتاق (امریکہ)

جدید ایڈیشن
(بعض اضافوں اور احادیث کی تخریج کے ساتھ)

اذان سحر پبلی کیشنز

منصورہ ملتان روڈ لاہور فون 042-35435667

نام کتاب	:	ایک آنکھ والا دجال
مصنف	:	ڈاکٹر گوہر مشتاق
ناشر	:	عباس اختر اعوان
		اعوان پبلی کیشنز منصورہ ملتان روڈ لاہور
اشاعت اول	:	مئی 2012ء
مطبع	:	رانا پرنٹرز لاہور
قیمت	:	100 روپے

ملنے کے پتے:

- ادارہ معارف اسلامی منصورہ ملتان روڈ لاہور۔ 042-35432419
- ادارہ مطبوعات طلبہ 1۔ اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور۔ 042-37553991
- دی بک ڈسٹری بیوٹرز، کراچی۔ 021-2787137
- مسٹر بکس، سپر مارکیٹ، اسلام آباد فون 051-2278843,2278845
- اسلامی کتاب گھر، خیابان سرسید، راولپنڈی 061-4830461
- مکتبہ تبلیغ اسلام، الکرام بلڈنگ، راولپنڈی 5962137
- المنورہ اسلامک بکس، سنگاپور پلازہ، صدر، راولپنڈی 5794605
- ادارہ تعمیر افکار، جی ٹی روڈ، پشاور۔ 091-262407
- ادارہ پاسبان تحریر مرکز، 1۔ سرور روڈ نزد ڈسٹرکٹ بینک بلڈنگ ملتان

فہرست

سینٹروں میں جمعے کے خطبات اور لیکچرز دیتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسلامی رسائل میں اسلام اور سائنس کے موضوعات پر کالم بھی لکھتے ہیں۔ انگلش اور اردو میں اسلامی کتب کے مصنف ہیں۔ ان کی اردو کی کتابوں کی لسٹ درج ذیل ہیں:

1---ایک آنکھ والا دجال

2----موسیقی، اسلام اور جدید سائنس کی روشنی میں

3----انسانی دل اور قبولِ اسلام۔ ایک مذہبی اور سائنسی تجزیہ

4---معرکہ روح وبدن

5-----پردہ: عقلمند خواتین کا انتخاب

6----دجالی دور اور مسلم نوجوان

7-----داڑھی کی اہمیت قرآن وسنت اور جدید سائنس کی روشنی میں

8-----ویلنٹائن ڈے۔ بت پرست وحشیوں کا تہوار

9----سورۃ الواقعہ کی سائنٹفک تفسیر

10-----سورۃ یٰسٓ کی تفسیر

11---- تزکیہ نفس، اسلام اور جدید علم نفسیات کی روشنی میں

حرفِ حق دل میں کھٹکتا ہے جو کانٹے کی طرح

اِس کتاب کا پہلا ایڈیشن کئی مرتبہ طبع ہوا لیکن کتاب کے پہلے ایڈیشن میں بعض مباحث تشنہ رہ گئے تھے۔ اب اِس نئے ایڈیشن میں اُس کمی کو پورا کر دیا گیا ہے۔ مزید برآں، اِس نئے ایڈیشن میں احادیث نبوی کی تخریج بھی شامل کر دی گئی ہے۔ علاوہ بریں اسلامی اور مغربی کتب کے حوالے بھی درج کر دیئے گئے ہیں تا کہ پاکستان کے کالجوں اور یونیورسٹی کے طلباء و طالبات کے لیے تحقیق اور خدمتِ دین کے کام میں ممد و معاون ثابت ہوں۔

زیرِ نظر تالیف میرے اُن مضامین کا مجموعہ ہے جو ماہنامہ "بتول" میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں۔ اِس کتاب میں اُن مسائل پر بحث ہے جو اسلام اور دجالی تہذیب کے تصادم سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بحث قرآن، حدیث اور جدید سائنس کی روشنی میں کی گئی ہے کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ فکری میدان میں نہ صرف دنیا کے دوسرے مذاہب بلکہ جدید سیکولر نظام بھی اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

انسان ایک معاشرتی مخلوق ہے۔ بعض علمائے لغت کے مطابق لفظ "انسان" کا مادہ "انس" ہے یعنی مل جل کر رہنے والا۔ انسان پر اُس کا ماحول اپنے اثرات مرتب کیے بغیر نہیں رہتا۔ ہر انسان فطرتِ سلیم (Primordial Nature) پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کا گرد و پیش کا ماحول یعنی (Nurture) اُس کی فطرت مسخ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اُس پر مستزاد یہ کہ انسانوں کی اکثریت اپنے ماحول کی چیزوں کا سطحی نگاہ سے مشاہدہ کرتی ہے۔ اُن کے ذہن تنقیدی نگاہ سے ماحول کا مطالعہ کرنے کے عادی نہیں ہوتے۔ اُن کے

اس رویے کو انگریزی کے محاورے "Seeing is Believing" (یعنی جو دیکھا اس پر یقین کر لیا) میں سمویا جا سکتا ہے۔ دجالی نظام اور اس کے ایک آنکھ والے ایجنٹوں نے انسانوں کی اس خامی سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا ہے اور وہ انہیں اپنی یک چشمی سطحیت سے ایسا غفلت میں مبتلا کرتے ہیں کہ انسان کو موت کے وقت ہوش آتی ہے۔ بقول حضرت علیؓ:

اَلنَّاسُ نِیَامٌ فَاِذَا مَاتُوْا اِنْتَبَهُوْا۔

(لوگ سو رہے ہوتے ہیں اور جب وہ مرتے ہیں تو وہ جاگ اٹھتے ہیں)

جدید ٹیکنالوجی میں بے پناہ ترقی کی وجہ سے جدیدیت کا جو سیلاب اسلامی ملکوں میں آیا ہے وہ مسلمانوں کی اکثریت کو خس و خاشاک کی طرح اپنے ساتھ بہا لے گیا ہے۔ جدیدیت کے سیلاب کو ایک طرف جدید ترین مشینوں کا سہارا ہے تو دوسری طرف میڈیا کی پشت پناہی حاصل ہے۔

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا
اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسہ
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

آہ! آج ایک آنکھ والے دجال کے ایجنٹ میڈیا نے مسلمانوں کی آنکھوں کو بے حیا مناظر دکھا دکھا کر اور ان کے کانوں کو اخلاق باختہ گانے سنا سنا کر ان کی اخلاقی حس کو بے حس (Desensitizo) کر کے رکھ دیا ہے۔ ان کی معاشرتی زندگی کے ہر گوشے میں برائی اتنا رواج پکڑ چکی ہے کہ آج برائی کو برائی سمجھا ہی نہیں جا رہا۔ اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے جس کی حضورؐ نے حدیث میں پیشین گوئی فرمائی تھی کہ ایک دور ایسا آئے گا جب تم لوگ برائی

کا حکم دو گے اور نیکی سے روکو گے (قَالَ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا اَمَرْتُمْ بِالْمُنْکَرِ وَنَهَیْتُمْ عَنِ الْمَعْرُوْفِ) (روایت عن ابی امامۃ الباھلی)

(کنز العمال۔ شیخ علی متقی الہندی۔ جلد 3، صفحہ 688، حدیث نمبر 8968)

جدید دجالی نظام کی جڑوں کی آبیاری مغرب کے ایسے مفکرین اور سائنسدانوں نے کی جو خدا کی ذات سے بیزار اور مذہب سے شدید نفرت کرتے تھے۔ ڈارون (Darwin) کی فکر جو کہ مغربی عمرانی علوم کی بنیاد بنی۔ کے مطابق انسان کا ارتقاء بندر سے ہوا اور انسانوں اور حیوانوں میں کوئی فرق نہیں۔ کارل مارکس (Karl Marx) اور ایڈم سمتھ (Adam Smith) نے انسانیت کو یہ درس دیا کہ انسان کے تمام اعمال کے رئیس میں سے اُن کا مطمع نظر صرف اور صرف اس کا معدہ ہونا چاہیے۔ فرائڈ (Sigmund Freud) نے انسانیت کو جنس پرستی کا پیغام دیا۔ لیکن دجالی نظام کی جڑوں کو مضبوط کرنے والے اکثر مفکرین کا انجام بہت برا ہوا۔ کارل مارکس انتہائی مایوسی اور کسمپرسی کی حالت میں مرا۔ فرائڈ کی ہر چیز کی جنسی تعبیر سے تنگ آکر اس کے سب سے قابل شاگرد اور مستقبل میں متوقع جانشین کارل ینگ (Carl Jung) نے اپنے اُستاد کے نظریات سے توبہ کی اور اس سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔

فرائڈ خود تمام عمر کوکین (cocaine) کا نشہ کرتا رہا اور مرنے سے کچھ پہلے اپنے ڈاکٹر دل کو ہدایت کی کہ تکلیف کی شدت کی وجہ سے اُسے مارفین کے ٹیکے لگا کر ختم کردیا جائے۔ یوں فرائڈ نے خودکشی کرلی۔ مشہور فرانسیسی فلسفی، آگسٹ کامٹے (August Comte) جو کہ جدید سوشیالوجی کا بانی کہلاتا ہے، زندگی کے آخری سالوں میں ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔ جرمن فلسفی شوپن ہار (Schopenhauer) بھی زندگی کے بیشتر حصے پاگل رہا۔ عظیم جرمن فلسفی نطشے (Nietzsche) جس نے اپنی کتاب (This Spoke Zarathustra) میں بیانگِ دہل لکھ دیا تھا کہ (معاذ اللہ) "God is Dead" (خدا مرگیا ہے) اور پوری دنیا کے دجالی نظام میں یہ بات بہت سراہی گئی تھی۔ (امریکہ کے مشہور

رسالے (Newsweek) نے ۸ اپریل ۱۹۹۹ء کے شمارے میں یہ خبر اپنے فرنٹ کور پر شائع کی) وہی نطشے اپنی زندگی کے آخری دس سال پاگل رہ کر ۱۹۰۰ء میں خود مر گیا۔ دراصل ان "عظیم" ذہنوں نے اپنے خدا کو بھلا دیا تھا اس لیے خدا نے انہیں اپنے آپ سے غافل کر دیا کیونکہ خدا فراموشی کا نتیجہ خود فراموشی ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولٰٓئِكَ الْفٰسِقُوْنَ ﴿

(سورہ الحشر، آیت ۱۹)

(ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں اپنے آپ سے غافل کر دیا۔ یہی لوگ فاسق ہیں۔)

مسلمان کا گھر سب سے بڑا قلعہ ہے۔ مسلم کنبہ سب سے بڑی ڈھال ہے۔ ایک آنکھ والے دجال کے ایجنٹوں کا سب سے بڑا نشانہ مسلمانوں کا خاندانی نظام ہے۔ یہ ایجنٹ گھر گھر میں ٹی وی، انٹرنیٹ، کیبل، موبائل، آئی فون وغیرہ کے روپ میں گھس کر اس کے افراد میں انتشار پھیلا رہے ہیں۔ دوسری طرف سوسائٹی میں مخلوط تعلیم، ویلنٹائن ڈے جیسی رسومات، موسیقی کا فروغ وغیرہ کے ذریعے اسلامی معاشرے کی بنیادوں کو کھوکھلا جا رہا ہے۔

اس کتاب کے مضامین میں انہی موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے تمام مضامین میں ایک مقصدی ربط پایا جاتا ہے کیونکہ ان کا موضوع ایک ہی ہے یعنی دجال اور اس کے ایجنٹوں کے مکروہ چہروں کو بے نقاب کرنا۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ وہ باطل کے قلعے کو پست کرے اور حق کے قلعے کو سربلند فرما دے (آمین)۔

حرفِ حق دل میں کھٹکتا ہے جو کانٹے کی طرح
آج اظہار کریں اور خلش مٹ جائے

ڈاکٹر گوہر مشتاق

کیلیفورنیا۔2012ء

ایک آنکھ والا دجال اور اس کے ایجنٹ

جاہلیت سے مراد وہ تمام نظریات، عقائد اور معاشرتی رسومات ہیں جو اسلام سے ٹکراتے ہوں۔ ہر دور میں اسلام کے مقابلے میں جاہلیت موجود ہوتی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کا قول ہے:

لَمْ يَعْرِفِ الْإِسْلَامَ مَنْ لَمْ يَعْرِفِ الْجَاهِلِيَّةَ

(مدارج السالکین لامام ابن القیم)

"اس نے اسلام کو صحیح طور پر نہیں سمجھا جس نے اسلام سے ٹکرانے والے نظریات (جاہلیت) کو نہیں سمجھا۔"

اس لئے جدید دور کی جاہلیت کو سمجھنا ضروری ہے تاکہ ہم اس کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ اس مضمون میں دجالی دور کی جاہلیت کے کچھ پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے گی۔

دجال کی ایک آنکھ

حضور ﷺ نے فرمایا

مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ أَمْرٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ

(صحیح مسلم)

"حضرت آدم کی پیدائش سے لے کر قیامت تک دجال کے ظہور سے زیادہ بڑا کوئی واقعہ نہیں۔"

اسی طرح ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا:

"ہر رسول نے اپنی امت کو دجال سے خبردار کیا اور میں تمہیں دجال کے متعلق ایسی بات بتاتا ہوں جو اس سے پہلے کسی نے نہیں بتائی کہ دجال کی ایک آنکھ ہوگی"

(جامع ترمذی۔ابواب الفتن)

جس طرح ایک بادشاہ کی آمد کی خبر پہلے اس کے ہرکارے اور ایجنٹ دیتے ہیں۔اسی طرح اس دنیا میں عنقریب ایک کانے دجال کی آمد کا غلغلہ آج اس کے ایجنٹ برپا کر رہے ہیں۔ان ایجنٹوں میں ایک قدر مشترک ہے کہ وہ سب بھی دجال کی طرح ایک آنکھ رکھتے ہیں۔ان میں سر فہرست ٹی وی، سینما، کیبل، ویڈیو کیمرہ، کمپیوٹر (انٹرنیٹ)، سیل فون، ویڈیو گیم اور فون شامل ہیں۔اسی طرح امریکہ کی سب سے بڑی فلم کمپنی ٹائمز وارنر (Times warner) کا علامتی نشان (Logo) ایک آنکھ ہے۔اسی طرح امریکہ کے مشہور ٹی وی چینل CBS کا علامتی نشان بھی ایک آنکھ ہے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر ہم امریکہ کے ایک ڈالر کے نوٹ (One Dollar Bill) کی پچھلی طرف دیکھیں تو ہمیں ایک اہرام (pyram d) کی تصویر نظر آئے گی جس کے اوپر ایک آنکھ بنی ہوئی ہے جو اہرام پر ابھی پوری طرح رکھی نہیں گئی گویا کہ ؏

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے

اس اہرام (Pyramid) جس پر ایک آنکھ بنی ہوئی ہے کے نیچے لکھا ہے (NOVUS ORDO SECLORUM) اس لاطینی جملے کا مطلب ہے: دنیا کے لیے نیا سیکولر نظام۔ایک آنکھ کو دیکھ کر ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس سے مراد دنیا کے لیے نیا دجالی نظام ہے۔اس نئے دجالی نظام کے مسلمانوں پر کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں، اس کا

ذکر آگے آئے گا۔

جب دنیا کا مشاہدہ ایک آنکھ سے کیا جاتا ہے تو وہ بہت سطحی ہوتا ہے۔ کسی چیز کی گہرائی کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے ہمیں دو آنکھیں (Binocular Vision) کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لیے اللہ نے انسان کا یہ احسان یاد کرایا ہے۔

﴿أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ﴾ (سورہ بلد۔ آیت 8)

"کیا ہم نے تمہیں دو آنکھیں نہیں عطا کیں۔"

ہم بحیثیت انسان جسم اور روح کا مرکب ہیں۔ ایک آنکھ والے دجالی نظام میں انسان کی توجہ کا مرکز و محور صرف جسم ہوتا ہے۔ ہم جہاں نگاہ اٹھائیں تو صرف جسم کو آرام دینے کا سامان نظر آتا ہے۔ روح کی تسکین کا سامان کسی بازار میں نہیں ملتا۔

قرآن میں جدید دور کی جاہلیت کی طرف اشارہ

قرآن میں سورہ الاحزاب میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾

(سورہ الاحزاب۔33)

"اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور پہلی جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔"

جب حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ اس آیت میں جَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ سے کیا مراد ہے تو ابن عباسؓ نے فرمایا

وَهَلْ هُنَاكَ أُولَىٰ إِلَّا وَهُنَاكَ آخِرَةٌ

"کیا کوئی ایسا پہلا بھی ہے جس کا آخری نہ ہو؟"

ابن عباسؓ کی مراد یہ تھی کہ جس طرح اسلام سے پہلے جاہلیت کا دور تھا جب ہر طرف بے حیائی اور ظلم تھا اسی طرح وہ دور پھر آئے گا۔ یہی وہ دور ہے جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں فرمایا تھا:

يَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰى بِيْ حَلَفْتُ، لَاُتِيْحَنَّ لَهُمْ فِتْنَةً يَصِيْرُ الْحَلِيْمُ فِيْهَا حَيْرَانَ (عن ابی امامۃ الباھلی) [1]

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نے مجھ سے عہد کر رکھا تھا میں ان لوگوں کو ایسے فتنہ اور امتحان میں مبتلا کروں گا کہ ان میں سے جو صبر کرنے والا ہوگا اس کے حواس بھی کام چھوڑ جائیں گے اور وہ بھی حیران و پریشان ہوگا"۔

یعنی جہالت کے ایسے ایسے مظاہر سامنے آئیں گے کہ شریف النفس مسلمان حیران و پریشان ہو جائیں گے۔

مسلمانوں میں ٹی وی، انٹرنیٹ اور سیل فون کا جنون

آج ہم مسلمانوں کی طرف دیکھیں تو اکثر کی زندگیاں نماز کی بجائے ٹی وی پروگراموں کے گرد گھومتی ہیں۔ حضرت علیؓ کی طرف منسوب ایک قول ہے جس میں انہوں نے بتایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہوگی کہ:

لَتُرْفَعَنَّ رَايَةُ الْفَسَادِ فَوْقَ كُلِّ بَيْتٍ۔

"قیامت کے قریب فساد کا جھنڈا ہر گھر کی چھت پر لہرا رہا ہوگا"

(1) عن ابی امامۃ الباھلی، کنز العمال، شیخ علی متقی ہندی، جلد 3، صفحہ 688، حدیث نمبر 8466

غور کیجئے تو فساد کا جھنڈا جس کی طرف حضرت علیؓ اشارہ کر رہے ہیں وہ اسی ٹی وی کا Antenna ہے جو آج ہر گھر کی چھت پر نصب ہوتا ہے۔ اسی طرح Dish انٹینا بھی ہر دوسرے گھر کی چھت پر نصب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی ایک دوسری نشانی یہ بتائی کہ یَرْقُصُوْنَ اللَّیْلَ وعلیٰ الرُّؤسِ مِنَ الْمَعَازِفِ یعنی لوگ راتوں کو ناچا کریں گے اور ان کے سروں پر آلات موسیقی ہوا کریں گے۔ (سنن ابن ماجہ) (1)

آج جب کہ ٹی وی پر رات کو میوزیکل شوز دکھائے جاتے ہیں اور گلیوں میں ہم مسلم نوجوانوں کو اپنے کانوں پر Walkman کے مائیکروفون لگائے ہوئے موسیقی سنتے دیکھتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی صداقت سامنے آتی ہے جب کہ 1400 سال پہلے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آلات موسیقی کو سر پر رکھ کر لنگور کی طرح کیسے ناچا جا سکتا ہے۔

جب مسلمانوں میں E-mail کا رواج بڑھا تو نوجوان لڑکوں لڑکیوں میں عشق معاشقے بڑھے۔ پھر جب سیل فون عام ہوا تو اس نے ای میل کا بھی ریکارڈ توڑ دیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دجال کا ہر نیا آنے والا ایجنٹ مسلمانوں میں بے راہ روی اور بے حیائی پھیلانے میں پرانے ایجنٹوں پر بازی لے جاتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ آج کل مسلمان حج کے دوران طواف کرتے ہوئے بھی سیل فون استعمال کرتے ہیں۔ اسی چیز کی تعریف یہودیوں کے Associated Press نے اپنی 20 جنوری کی خبر میں کی جس کا عنوان تھا

"THE HAJJ GOES HI TECH"

(اب حج جدید ٹیکنالوجی والا بن گیا ہے)

اپنی خبر میں انہوں نے بہت خوشی سے ایسے مسلمان حاجیوں کا ذکر کیا جن کے سیل فون مسجد حرام میں بج رہے تھے اور جنہوں نے سیل فون کی گھنٹی میں مائیکل جیکسن کے گانوں کی موسیقی

(1) اس حدیث کو شیخ البانی نے السلسلة الاحادیث الصحیحة میں صحیح کا درجہ دیا ہے۔

بھری ہوئی تھی۔ اندازہ کیجئے کہ حج جو کہ جامع العبادات ہے اور طواف جو کہ نماز کی طرح کی عبادت ہے ایسی عبادات کے دوران بھی دجال کے ایجنٹ ہماری توجہ میں خلل انداز ہوتے ہیں اور ان سے تعلق کا بالواسطہ اظہار ہوتا رہتا ہے۔ مشینوں کا استعمال بذات خود برا نہیں لیکن جب وہ اس درجہ پر پہنچ جائے کہ اس سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی شروع ہو جائے تو یہ چیز بری ہے۔ مشینوں کے اسی غلط استعمال کا امریکہ کے یہودی مفکر اور مصلح نیل پوسٹ مین نے اپنی کتاب TECHNOPOLY The Surrender of Culture To Technology میں ذکر کیا ہے۔

کتنے تعجب کی بات ہے کہ پاکستان میں آٹا روز بروز مہنگا ہو رہا ہے۔ اسی طرح دیگر کھانے کی چیزوں کا حال ہے لیکن دوسری طرف پاکستان میں کیبل ٹی وی، انٹرنیٹ اور سیل فون دن بدن سستے ہوتے جا رہے ہیں۔ حد یہ کہ سیل فون پر آج صرف چند پیسوں میں لکھا ہوا پیغام (Text Message) بھیجا جا سکتا ہے۔ آخر حکومت ایسی سخاوت کا مظاہرہ کھانے پینے کی اشیاء کو سستا کر کے کیوں نہیں کرتی۔ دراصل کھانے پینے کی چیزوں کی ایک آمدنی نہیں ہوتی اور وہ فحاشی اور عریانی نہیں پھیلاتیں۔ اس کے برعکس دجال کے ایجنٹ یعنی ٹی وی، سینما، انٹرنیٹ، ڈش، کیبل، سیل فون ...... یہ سب جتنے سستے ہوں گے سوسائٹی میں اتنے ہی عام ہوں گے اور برائی پھیلانے میں معاون ثابت ہوں گے۔

فرعونی دور کے جادوگر اور آج کے دور کا ٹی وی

قرآن میں فرعون اور موسیٰؑ کا قصہ سب سے زیادہ بیان ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر دور میں یہی کشمکش رہتی ہے۔ شیطان کی چالیں وہی رہتی ہیں۔ صرف چہرے اور آلات بدل جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کے دور میں فرعون نے عوام کو اپنا محکوم اور اپنے سے مرعوب رکھنے کے لیے جادوگر رکھے ہوئے تھے جو لوگوں کی نظروں کا دھوکہ دے کر ایک طرف لوگوں کی تفریح کا سامان کرتے تھے اور دوسری طرف فرعون کی طاقت سے مرعوب رکھتے تھے۔ قرآن میں ارشاد

باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ﴾ (سورۃ الاعراف آیت 116)

"تو جب جادوگروں نے اپنا فن پیش کیا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور ان پر دہشت طاری کر دی اور بہت بڑا کرتب دکھایا۔"

آج ٹی وی اور سنیما کے پروڈیوسر اور ڈائریکٹر جو کچھ کرتے ہیں وہ فرعونی دور کے جادوگروں سے مختلف نہیں۔ ہالی وڈ (Hollywood) کا مطلب ہی ایسی چھڑی ہے جو لوگوں پر جادو کر دے۔ فلمیں بنانے والے انسانی نفسیات کے ماہر بلکہ اکثر کے پاس علم نفسیات میں Ph.D. کی ڈگریاں ہوتی ہیں۔ یہ لوگ عوام کو ٹی وی اور سنیما کے مخصوص اثرات (Special Effects) سے ایسا مسحور کر دیتے ہیں کہ لوگ فلم میں خطرناک سین دیکھ کر دہشت زدہ ہو جاتے ہیں۔ غمگین سین دیکھ کر رونے لگ جاتے ہیں۔ فلمی ماہرین، فرعونی دور کے جادوگروں کی طرح، لوگوں کی نظر کا ایسا دھوکہ دیتے ہیں کہ فلموں میں صرف 18 انچ لمبا کنگ کانگ ایک دیو ہیکل نظر آتا ہے اور صرف 45 فٹ کی کشتی کو Special Effects کی وجہ سے Titanic جہاز بنا کر دکھایا جاتا ہے۔ اب کمپیوٹر کی وجہ سے نظر کا دھوکہ دینا پہلے سے بھی آسان ہو گیا ہے۔ آج مسلمان اپنا وقت فلمی ستاروں اور کھلاڑیوں کے کرتب دیکھنے میں گزار دیتے ہیں۔ کچھ لوگ تو ٹی وی دیکھتے دیکھتے سو جاتے ہیں جب کہ ایک زمانہ تھا کہ لوگ اللہ کا ذکر کرتے کرتے سو جاتے تھے۔ اسی طرح آج کل کچھ مسلمان ماں باپ فخر سے کہتے ہیں کہ ہمارا بیٹا پوری رات کمپیوٹر پر کام کرتا رہا۔ ایسے ماں باپ نہیں جانتے ان کا بیٹا پوری رات انٹرنیٹ پر کیا غلاظت دیکھتا رہا ہے۔ افسوس کہ آج مسلمان ٹی وی اور کمپیوٹر پر دوسروں کی زندگیوں کے متعلق جاننے میں اپنا قیمتی وقت برباد کر دیتے ہیں۔ امام مالکؒ سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا تھا۔

مَنْ سَفَلَةُ النَّاسِ؟ (سب سے کمتر انسان کون ہے؟)

امام مالکؒ نے جواب دیا

اَلَّذِينَ يَذهبُونَ اٰخِرَتَهُم بِدُنيَاهُم.

(جو لوگ اپنی دنیا بنانے کی خاطر اپنی آخرت ضائع کر دیں۔)

اس شخص نے پھر سوال کیا

وَهَل هُنَاکَ مَن هُوَ اَسفَلَ مِنهُم.

(کیا ایسے لوگوں سے کمتر بھی کوئی ہیں؟)

امام نے جواب میں کہا:

نَعَم، اَلَّذِينَ يَذهبُونَ اٰخِرَتَهُم بِدُنيَا غَيرِهِم.

(جی ہاں! ایسے لوگ جو دوسروں کی دنیا بنانے کی خاطر اپنی آخرت ضائع کر دیتے ہیں۔)

یہاں ایک اور دلچسپ بات بھی بیان کر دوں کہ بہت سے مسلمانوں کو جب ہم ٹی وی کے نقصانات کا بتاتے ہیں تو وہ ٹی وی کی حمایت میں جو آخری دلیل دیتے ہیں، وہ یہی ہوتی ہے. آخر ہم نے ٹی وی پر خبریں دیکھنی ہوتی ہیں لیکن جب ٹی وی پر خبریں ختم ہوتی ہیں تو بنی اسرائیل کے برصیصا راہب (Barseesa the monk) کی طرح آہستہ آہستہ سب کچھ دیکھ لیا جاتا ہے۔

مسئلے کا حل سورہ کہف میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف احادیث میں بیان فرمایا کہ جو شخص سورہ کہف پڑھے گا وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا (ترمذی، احمد، نسائی) ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ سورہ کہف میں وہ کیا پیغام ہے جس سے ہم فتنہ دجال سے بچ سکتے ہیں۔ اصحاب کہف نے اپنے دور کے دجالی فتنہ اور مادیت پرستی کا مقابلہ غار میں محصور ہو کر کیا۔ اب ہم بھی دجالی فتنہ کا مقابلہ اصحاب کہف والے

طریقے سے کر سکتے ہیں۔ ہماری غار (کہف) ہمارا گھر ہے۔ ہمیں یہ چاہیے کہ ہر فتنہ والی جگہ جہاں اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہو وہاں جانے سے اجتناب کریں۔ اور اپنے گھر میں دجال کے ایجنٹوں کو داخل نہ ہونے دیں۔ جو دجالی ایجنٹ شدید ضرورت کی وجہ سے ہمارے استعمال میں اور ہمارے بچوں کے استعمال میں ہیں ان پر کڑی نظر رکھیں۔ ساتھ ساتھ قرآن کی تفسیر اور احادیث نبوی کے ترجمے اپنی پوری فیملی کے ساتھ پڑھیں۔ برطانیہ کے نومسلم سکالر شیخ عبدالحکیم مراد کے بقول

"Sunna is the biggest enemy of Dajja ."

"حدیث نبوی دجال کی سب سے بڑی دشمن ہے۔"

کیونکہ احادیث نبوی میں ہمیں زندگی گزارنے کی ایک ایک قدم پر رہنمائی ملتی ہے اور سنت کی پیروی میں دجال کے لیے موت ہے۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر ہم اپنی دونوں آنکھیں کھلی رکھیں گے تو کوئی ہمیں زبردستی باطل کے راستے پر نہیں چلا سکتا۔ بقول اقبال ؎

فتنہ ہے یورپ کی رضامند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے

موسیقی ایک مذہبی، سائنسی تجزیہ

بیماری جتنی پرانی ہو جسم میں اس کی جڑیں اتنی ہی گہری ہوتی ہیں۔ موسیقی بھی ایک ایسی بیماری ہے جو اسلامی معاشرے پر خلافت راشدہ کے دور کے ختم ہونے کے بعد حملہ آور ہوئی۔ تاہم امت مسلمہ کا نظام دفاع اس وقت کافی مضبوط تھا۔ اس لیے موسیقی کی بیماری قوم کے انتہائی قلیل حصہ پر اثر انداز ہوسکی۔ آج چودہ سو سال کے بعد جب امت مسلمہ کا نظام دفاع (Immune System) کمزور ہو چکا ہے، یہ بیماری قوم کے مزاج میں سرایت کر چکی ہے اور موسیقی جو کہ در حقیقت روح کی سزا ہے، اسے اب روح کی غذا قرار دیا جانے لگا ہے۔ بقول اقبال ؎

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

آیئے موسیقی اور گانے بجانے کا مذہب اور سائنس کی روشنی میں تجزیہ کرتے ہیں۔

موسیقی کی حرمت، اسلام میں

سورہ لقمان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴾

(سورہ لقمان: آیت 6)

"بعض آدمی ایسے بھی ہیں جو لهو الحديث (کلام فریب) خریدتے ہیں تاکہ بغیر کسی دلیل کے خدا کی راہ سے بھٹکائیں اور اسے مذاق بنائیں۔ یہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ لهو الحديث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: لهو الحديث سے مراد گانا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ کلمہ حضرت عبداللہ نے تین بار فرمایا۔ اسی طرح ترجمان القرآن ابن عباسؓ، حضرت جابرؓ اور اکابر تابعین عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد، مکحول، عمرو بن شعیب اور حسن بصری کے مطابق لهو الحديث سے مراد گانا بجانا اور موسیقی ہے۔

اسی طرح سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 64 میں اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ ﴿

"تو جس جس کو اپنی آواز سے پھسلا سکتا ہے پھسلا لے"۔

ابن عباسؓ اور تابعین میں ضحاک اور مجاہد کے مطابق شیطان کے آواز سے پھسلانے میں موسیقی اور گانا بجانا شامل ہے۔

موسیقی کی حرمت میں بے شمار احادیث ہیں۔ ان میں سے صحیح بخاری کی حدیث ملاحظہ ہو:

لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ (صحيح بخاری كتاب الاشربة)

"میری امت میں ایسے لوگ (یا گروہ) پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور گانے بجانے کے آلات کو حلال قرار دیں گے"

اس حدیث کے تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ موسیقی اگر حرام نہ ہوتی تو اُسے شراب اور زنا کے ساتھ بیان نہ کیا جاتا۔ يستحلون (یعنی حلال قرار دیں گے) بھی اس بات کی دلالت

کہتا ہے کہ موسیقی درحقیقت حرام ہے اور کچھ لوگ اسے حلال قرار دیں گے۔

اسی طرح سنن ابن ماجہ میں حدیث نبوی مروی ہے

يَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا يُعْزَفُ عَلَى رُؤُوسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ وَالْمُغَنِّيَاتِ يَخْسِفُ اللّٰهُ بِهِمُ الْأَرْضَ وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ ۔ (سنن ابن ماجہ) (1)

”عنقریب میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل دیں گے۔ ان کے سروں پر باجے گانے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو خنزیر اور بندر بنا دے گا۔“

اس حدیث میں بیان کی گئی پیشین گوئی آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پہلے پہل جب ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر ایجاد ہوئے تھے تو ان کے سائز بہت بڑے تھے۔ اب ٹیکنالوجی کے کمال سے Walkman اور Portable CD Players کی آمد سے ہمیں نوجوان حضرات اپنے سروں پر باجے گانے یعنی Head Phones لگائے نظر آتے ہیں۔ دوسری بات جو حدیث میں بیان ہوئی ہے وہ مسخ باطنی کا ذکر ہے یعنی اللہ انہیں سور اور بندر بنا دے گا۔ علم حیاتیات سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ سور کی سب سے اہم صفت اس کا بے غیرت اور بے حیا ہونا ہے اور بندر کی دو اہم صفات نقالی کرنا (Acting) اور ادھر سے ادھر چھلانگیں لگانا ہے۔ اب آپ Showbiz یعنی فلم اور ٹی وی کی دنیا دیکھیں، یہ صفات گلوکاروں اور فنکاروں میں بدرجہ اتم موجود ہوتی ہیں۔

مزید برآں صحابہ اور تابعینؒ کے علاوہ چاروں امام بھی اس بات پر متفق ہیں کہ موسیقی اور گانا بجانا حرام ہے۔ مثلاً امام مالکؒ سے اسحاق بن عیسیٰ نے سوال کیا کہ اہل مدینہ کس قسم کے

(1) یہ صحیح روایت ہے۔ علامہ ابن قیم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ عصر حاضر کے محدث شیخ ناصر الدین البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

کو مباح سمجھتے ہیں۔ امام مالکؒ نے جواب دیا:

"یہ فعل ہمارے یہاں صرف فاسق ہی کرتے ہیں۔"

موسیقی اور نشہ

حدیث نبویؐ میں موسیقی کو نشہ (شراب) کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ موسیقی ذہن کو اسی طرح مفلوج اور ہپناٹائز کرتی ہے جس طرح نشہ شراب، چرس، ہیروئن، کوکین وغیرہ کرتے ہیں۔ راک میوزک کے حامی مشہور امریکی گلوکار جمی ہینڈرکس (Jimi Hendrix) نے امریکہ کے Life میگزین کے 1969ء کے ایک شمارے میں کہا تھا: "تم میوزک سے لوگوں کو ہپناٹائز (Hypnotize) کر سکتے ہو اور جب تم انہیں ذہنی لحاظ سے کمزور ترین مقام پر پہنچا دو تو تم ان کے لاشعور میں وہ باتیں پہنچا سکتے ہو جو تم چاہتے ہو۔"

اسی طرح ایک میڈیکل جرنل Postgraduate Medicine میں امریکی محقق کنگ پی کے مطابق ایک میڈیکل ریسرچ میں نشہ کرنے والے نوجوانوں کا سروے کیا گیا تو ان میں سے 60 فیصد نے اپنا نمبر ایک انتخاب موسیقی کو قرار دیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ موسیقی اور منشیات کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ٹائم میگزین کے 1992ء کے شمارے میں بتایا گیا ہے کہ گانے بجانے والوں کی اکثریت نشہ کرتی ہے اور ان کے اشعار میں ایسے بہت سے حوالے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ویلوٹ انڈر گراؤنڈ کا گانا جس کا عنوان ہیروئن تھا، اس کو سن کر کافی نوجوانوں نے منشیات کا استعمال شروع کر دیا اور اس کا انجام بہت عبرتناک ہوا۔

اسی طرح دو مختلف یونیورسٹیوں میں تجربات کرنے سے یہ پتہ چلا کہ لیبارٹری میں بنائی گئی بھول بھلیوں (Maze) کے راستوں کو دریافت کرنے میں چوہوں کو اس وقت انتہائی مشکل پیش آتی ہے جب وہاں پاپ میوزک چل رہا ہو۔ گویا جانوروں کی سوچنے سمجھنے کی

صلاحیتیں بھی موسیقی کے اثر سے مفلوج ہو جاتی ہیں۔(بحوالہ رسالہ Insight)

امریکہ کے ایک معاشرتی نقاد ایرک لارسن (Eric Larson) اپنی کتاب The Naked Consumer میں لکھتا ہے کہ اشتہاری کمپنیاں (Advertising Companies) موسیقی کو اپنی مصنوعات کے بیچنے کا ذریعہ بناتے ہیں وہ لوگوں کو موسیقی کے سحر اور نشے میں جکڑ کر ان کی جیب سے پیسے نکلواتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے۔

"One study found that when a restaurant played slow music, each group of diners drank 3.04 more alcoholic drinks than when it played fast music, boosting the gross profit per group by $7." (1)

''ایک تحقیق میں پتہ چلا کہ جب ریسٹورانٹ میں دھیما (کلاسیکل) میوزک چلایا گیا تو شراب پینے والوں نے پاپ میوزک سننے والے گروپ کے مقابلے میں 3 گنا زیادہ شراب پی جس کی وجہ سے ریسٹورنٹ والوں کو فی گروپ 7 ڈالر کا منافع ہوا۔''

غنا اور زنا میں گہرا تعلق

اوپر بیان کی گئی حدیث میں غنا (گانے بجانے) کے ساتھ جو دوسری چیز بیان ہوئی ہے وہ زنا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ غنا اور زنا دونوں دل میں منافقت پیدا کرتے ہیں۔ اسی سورۃ نور میں زنا کی حد اور ستر کے احکام بیان کرنے کے فوراً بعد اور منافقین کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

اسی طرح صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے موسیقی کے متعلق فرمایا:

(1) Larson, Eric (1992) The Naked Consumer. How our Private Lives Become Public Commodities. New York, Henry Holt & Co.

اَلْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ (1)

یعنی گانا بجانا دل میں منافقت کا بیج بوتا ہے

اگر ہم Fine Art کی تاریخ پر نظر ڈالیں اور کسی بھی دور کی مصوری یا Paintings کو دیکھیں چاہے وہ "Impressionism" کا دور ہو یا Romanticism کا دور Classicism یا Neo-classicism ہر دور کی Paintings میں ہم دیکھیں گے کہ عورت، موسیقی کے آلات اور شراب کو ایک ساتھ دکھایا جاتا ہے کیونکہ غناء زنا اور شراب ان میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔

علامہ ابن جوزی اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں لکھتے ہیں:

"گانے میں دو چیزیں جمع ہیں، ایک طرف تو وہ قلب کو عظمت الٰہی میں تفکر سے روکتا ہے دوسری طرف اسے مادی لذتوں کی طرف راغب کرتا ہے لہٰذا گانا زنا کی ترغیب دیتا ہے۔"

اگر ہم پاکستان میں پیش کیے جانے والے میوزک کا تجزیہ کریں تو اس میں ایک ہی پیغام ملتا ہے اور وہ ہے شادی سے پہلے محبت کرنا۔ گانوں میں پیش کی گئی آزاد محبت (Free Love) کا انجام بربادی کے سوا کچھ نہیں۔

مشہور عیسائی مفکر ایلن بلوم (Allan Bloom) موسیقی کے متعلق رقمطراز ہے:

"موسیقی کا ایک ہی پیغام ہوتا ہے اور وہ ہے جنسی بے راہ روی۔ پاپ میوزک شہوت نفس کی تمام حدود بچوں کو چاندی کی پلیٹ میں رکھ کر پیش کر دیتا ہے جس کے متعلق ان کے والدین نے ان کو ہمیشہ یہ تعلیم دی تھی کہ وہ انتظار کریں حتیٰ کہ وہ بڑے ہو جائیں۔ گانوں کے الفاظ کبھی ڈھکے چھپے اور کبھی واضح الفاظ میں بچوں کو بے حیائی کی طرف ابھارتے ہیں۔" (2)

---

(1) ابن قیم الجوزیہ۔ اغاثۃ اللہفان، دارالبیان 1993ء (عربی)

(2) Bloom Allan (1987). The Closing of the American Mind. New York, Simon & Schuster Inc.

دف بجانے کی اجازت

صحیح بخاری کی ایک حدیث ہے:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے۔ اس وقت دو چھوٹی لڑکیاں جنگ بعاث کے گانے گا رہی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر لیٹ گئے اور دوسری طرف کروٹ لے لی اور چہرہ مبارک پھیر لیا۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے اور مجھے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ کی موجودگی میں یہ شیطانی گیت؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا: "ان کو رہنے دو یہ عید کا دن ہے"

اس حدیث میں چند امور پر روشنی ڈالنی ضروری ہے:

1) حضرت ابو بکرؓ کا اس موقع پر ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ انھوں نے اس سے پہلے گانے بجانے کی مذمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوگی جس کی بنا پر ان کا خیال تھا کہ یہ ممانعت ہر موقع پر منطبق ہوگی لیکن یہ بھی یاد رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ پھیر کر لیٹ جانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گھر کے ذمہ داروں اور بزرگوں کو ایسے مشاغل سے بالاتر رہنا چاہیے۔ (تفسیر روح المعانی)

2) وہ دو لڑکیاں جو گا رہی تھیں وہ پیشہ ور گلوکارائیں نہ تھیں۔ نہ ہی ان کے اشعار میں کوئی چیز ایسی تھی جو عشق و محبت کے جذبات کو بھڑکائے

3) حدیث میں الفاظ عندی جاریتان تغنیان استعمال ہوئے ہیں۔ لفظ جاریہ کی تشریح میں علامہ عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں "عورتوں میں جاریہ نابالغ بچی کو کہتے ہیں۔ جس طرح غلام کا لفظ مردوں میں نابالغ لڑکے پر بولا جاتا ہے" (1)

اس بحث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شادی یا عید کے موقع پر لڑکیاں دف بجا سکتی ہیں اور یہ

---

(1) مولانا عبد الغفار حسنؒ ۔ ماہنامہ میثاق جنوری 2003ء

زیادہ سے زیادہ گنجائش ہے جو شریعت نے دی ہے۔ اسلامی شریعت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں کہ عورتیں مردوں کے سامنے ناچیں یا جوان عورتیں اپنے بھائی (دیور) کی شادی پر اس کے سامنے ناچیں یا شادی پر ڈھولک بجانے والی لڑکیوں کی ویڈیو مووی بنے اور پھر وہ غیر نامحرم مرد دیکھیں ایسی چیزیں گناہ جاریہ ہوتی ہیں جن سے ہمیں بچنا چاہیے۔

اس کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی افسوس ہے کہ پاکستان کے مغرب زدہ طبقے کے آقا ممالک (یعنی امریکہ اور یورپ) کے ہاں کی گئی نئی تحقیقات تو موسیقی کو سراسر نقصان دہ بتاتی ہیں اور ہمارے روشن خیال احباب تو فقط اچھی باتوں میں اپنے آقا کی تقلید نہیں کرتے۔ اپنی سرپرستی میں پی ٹی وی کے چینل تھری (یعنی تھرڈ کلاس چینل) پر دن بھر موسیقی لگائے رکھتے ہیں بلکہ موسیقی کے وائرس کے شکار مسلمان شائقین کی فرمائش پر مختلف میراثیوں کے گانے دکھاتے ہیں۔ ہمیں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قول نہیں بھولنا چاہیے

"بدترین ہے وہ شخص جس کے مرنے کے بعد بھی اس کا گناہ دنیا میں جاری رہے"

قرآن، روح کی غذا،
اور موسیقی، روح کی سزا

پچھلے صفحات میں موسیقی کا مذہب اور سائنس کی روشنی میں تجزیہ کیا گیا تھا لیکن اس مسئلے کے کئی پہلوؤں کا احاطہ نہیں ہو سکا تھا اور وہ تشنہ رہ گئے تھے۔ اس مضمون میں موسیقی اور انسانوں کے دل و دماغ پر اس کے زہر آلود اثرات کو جدید سائنس کی روشنی میں بیان کیا جائے گا۔ نیز تلاوت قرآن جو روح کی اصل غذا ہے اس کے ہمارے جسم پر اچھے اثرات کے متعلق تحقیقات پیش کی جائیں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ موسیقی ہماری روح کی غذا نہیں بلکہ سزا ہے جس کے نقصانات کو سلیم الفطرت غیر مسلم مفکرین بھی سمجھتے ہیں۔ مشہور امریکی مفکر ایلن بلوم (Allan Bloom) موسیقی کو روح کی کچرا غذا (Junk Food of the Soul) قرار دیتا ہے۔ ماہر تعلیم اے منکون (A. Mencon) جو کہ راک میوزک کا ماہر بھی ہے، نے افسوس کے ساتھ اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اسکولوں میں عیسائی بچوں کی اکثریت کو حضرت عیسیٰ کے مقابلے میں موسیقی سے زیادہ لگاؤ ہے کیونکہ آج موسیقی نئی نسل کی زبان بن گئی ہے۔

موسیقی نوجوانوں کو بغاوت پر ابھارتی ہے

ماہرین نفسیات کے مطابق باغی نوجوانوں میں جو خصوصیات مشترک پائی جاتی ہیں ان

میں آزادی، بگڑے ہوئے اطوار، بد اخلاقی سے بے رغبتی، والدین اور بڑوں کا ادب نہ کرنا اور منشیات کا رجحان شامل ہیں۔ امریکی محقق پال کنگ (جو میڈیکل ڈاکٹر ہیں) کے مطابق بلوغت کے وقت نوجوان لڑکوں میں مردانہ ہارمونز (کیمیائی مادے جو جسم میں بنتے ہیں) کی وافر مقدار کی وجہ سے دماغ کا فیصلہ کرنے کا حصہ (Limbic System) متحرک ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے کچھ نوجوان تشدد پر اتر آتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ سائنسی تجربات سے پتہ چلا ہے کہ موسیقی سننے سے بھی دماغ کا یہی حصہ متحرک ہوتا ہے (بحوالہ رسالہ Postgraduate Medicine) بلوغت کے وقت نوجوان زندگی کے ایسے موڑ پر ہوتے ہیں جب کہ انہوں نے اپنی مستقبل کی زندگی کے لیے راہیں متعین کرنی ہوتی ہیں اور ایسے ہیجان خیز دور میں موسیقی جیسی چیزیں انہیں کنفیوز کر دیتی ہیں۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر پال کنگ کے مطابق جب نوجوان معاشرے کی روایتی اور مذہبی اقدار سے بغاوت کرتے ہیں تو انہیں کوئی اپنے سے بلند و ارفع قوت (Authority) چاہیے ہوتی ہے جس کے ساتھ وہ اپنے آپ کو منسوب کر سکیں اور جو ان کے غلط کاموں کو شرفِ قبولیت (approve) بخش سکے۔ ایسے حالات میں پاپ میوزک ان کے غلط کاموں کو جواز فراہم کرتا ہے۔ ڈاکٹر الزبتھ براؤن (Elizabeth Brown) اور ڈاکٹر ولیم ہنڈی (William Hendee) نے اپنی ریسرچ جو (Journal of American Medical Association) کے 1989ء کے شمارے میں شائع ہوئی ہے بتایا ہے کہ جدید میوزک کے اندر نوجوانوں کے لیے بغاوت، آزادی اور شہوت پرستی کا درس پایا جاتا ہے اور راک میوزک نے نوجوانوں کے کلچر (Adolescent culture) کو مجموعی سوسائٹی کے رائج کلچر سے علیحدہ کرکے پیش کیا ہے۔ (1)

---

(1) Brown, E.F., & Hendee, W.R. (1989). "Adolescents and their music. Insights into the health of adolescents." The Journal of the American Medical Association 262, 1659-1663

موسیقی کا نشہ اور خودکشی

جس طرح منشیات بندے کو اتنا مایوس (depress) کر دیتی ہیں کہ وہ خودکشی بھی کر گزرتا ہے، کچھ اسی طرح کے نتائج موسیقی سے بھی برآمد ہوتے ہیں۔ موسیقی کی یہی مسحور کن خاصیت ہے جس کے نتیجے میں کئی نوجوانوں نے خودکشی کر لی۔ امریکی ریاست ٹینی سی (Tennessee) کی نیشنل ایجوکیشن ایسوسی ایشن (National Education Association) نے اپنی تحقیق کا یہ نتیجہ نکالا کہ ہر سال امریکہ میں تقریباً چھ ہزار (6,000) نوجوان موسیقی اور گانے بجانے کے برے اثرات سے متاثر ہو کر خودکشی کرتے ہیں۔ چند مثالیں یہاں پر درج کی جاتی ہیں

1) دسمبر ء کو دو نوجوان لڑکوں James اور Raymond Belknap Vance (جن کی عمریں 18 اور 20 تھیں) نے گلوکار جوڈاس پریسٹ (Judas Priest) کی گانوں کی البم سننے کے بعد اپنے آپ کو گولی مار کر خودکشی کر لی۔ تفصیلات کے مطابق واردات کے دن دونوں لڑکے تمام دن جوڈاس پریسٹ کے گانے سنتے رہے اور اس کا ایک گانا جس کا عنوان تھا Beyond the Realms of Death (موت کی حدود سے پار) کے بول "Do it" (بس کر گزرو) گنگناتے رہے۔ پھر وہ دونوں جذبات میں آ کر گھر کے سامنے اسکول کے میدان میں چلے گئے اور Belknap نے اپنی ٹھوڑی کے نیچے پستول رکھ کر چلا دی اور اسی جگہ پر ختم ہو گیا۔ پھر Vance نے بھی یہی کام کیا لیکن اس کا پستول ٹھوڑی کے نیچے سے کچھ سرک گیا جس کی وجہ سے اس کا چہرہ تباہ ہو گیا اور وہ تین سال ہسپتال میں داخل رہ کر آخر کار زخموں کی تاب نہ لا کر مر گیا۔ دونوں لڑکوں کے خاندان والوں نے گلوکار جوڈاس پریسٹ کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کیا کہ اس کے ایک گانے میں موجود ایک بول "Do it" اور اس گانے میں زندگی کے مایوس کن تصور نے ان لڑکوں کو خودکشی پر

جاتا ہے۔

2) فروری 1986ء میں ریاست میساچوسٹس کے شہر فیلڈ میں فلپ مارٹن (Philip Morton) نامی اٹھارہ سالہ نوجوان نے اپنے آپ کو الماری کے دروازے سے لٹکا کر خودکشی کر لی اور اس وقت پس منظر میں گلوکار پنک فلائڈ (Pink Floyd) کی موسیقی کی البم The Wall مسلسل چل رہی تھی جس میں ایسے گانے تھے مثلاً Goodbye Cruel World (الوداع اے ظالم دنیا) اور Waiting For the Worms (قبر میں کیڑے مکوڑوں کا انتظار)۔

3) جنوری 1988ء کوغنزری ریاست کے ایک چودہ سالہ نوجوان تھامس سیلیوان (Thomas Sullevan) جو کہ پاپ سنگر آزی آزبورن کا فین تھا، نے اپنی ماں کو قتل کر دیا اور اپنے گھر کو آگ لگا دی اور گھر سے باہر جا کر اپنی کلائیوں کو کاٹ کر خودکشی کر لی۔ اس کے والد کی بروقت آنکھ کھلنے کی وجہ سے جان بچ گئی۔ تھامس کے والد نے پولیس کو بتایا کہ واقعہ سے پہلے پورے ایک ہفتے تھامس ایک پاپ گانا گا رہا تھا جس کا موضوع تھا:
'About blood and killing your mother" (خون اور اپنی ماں کو قتل کرنے کے متعلق)۔ وہاں کے میئر نے افسوس کرتے ہوئے کہا "یہ واقعہ مجھے بہت پریشان کرتا ہے کہ ایک اتنا اچھا لڑکا صرف دو ہفتوں میں اتنا خراب ہو سکتا ہے"۔

یہ موسیقی کے زہر آلود اثرات کے متعلق جو واقعات یہاں بیان کیے گئے ہیں ایسے ہیں جو کہ واقعے کی نوعیت کی وجہ سے فوراً ریکارڈ میں آ گئے۔ اس کے مقابلے میں موسیقی اور گانوں کا سب سے اہم موضوع اور پیغام یعنی شادی سے پہلے محبت اور جنسی بے راہ روی کے جو اثرات نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں پر ہوتے ہیں اور جس کے نتیجے میں لاکھوں نوجوان اخلاقی خودکشی کا ارتکاب کر کے اپنی تمام زندگیوں کو تباہ کر دیتے ہیں وہ اتنے زیادہ ہیں کہ ان کو احاطہ تحریر میں لانا

لایا جا سکتا۔ اکتوبر ء میں واشنگٹن ڈی سی میں Parents Music Resource center کی طرف سے ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اس میں امریکہ کے سرجن جنرل (سب سے بڑا ڈاکٹر) سی ایورٹ کوپ (Dr. C. Everett Kop) نے اپنی تحقیق کی بنیاد پر بتایا کہ پاپ میوزک کی زناکاری اور بے حیائی سے گہری رشتہ داری ہے۔

اتنی بڑی شخصیت کا برملا یہ اعتراف کرنا دراصل یہ بتاتا ہے کہ غنا اور زنا میں بڑی گہری مناسبت ہے۔ اسی لیے حدیث میں دونوں کو ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

ٹی وی اور موسیقی کا جوڑ

اللہ نے انسان کو جو حسیات (Senses) ودیعت فرمائی ہیں ان میں سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں سب سے طاقتور ہیں۔ انسان کے دل کو روحانی بیماریاں لگانے کا سب سے تیز رفتار راستہ کان اور آنکھیں ہوتی ہیں۔ موسیقی اور گانے بجانے کے انسان پر اثر انداز ہونے کا بنیادی راستہ انسان کے کان ہوتے ہیں لیکن اس کے ساتھ جب نظر کے فتنے کو بھی شامل کر دیا جائے تو اس کے خطرناک اثرات کئی گنا بڑھ جاتے ہیں۔ ڈاکٹر ولیم رینڈی اور ڈاکٹر البرٹ براؤن جن کا تعلق امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن سے ہے۔ ان کے مطابق ٹی وی اور موسیقی کو ایک ساتھ جمع کرنے (Marriage between television & music) کا نتیجہ اپنے اثرات کے اعتبار سے انتہائی طاقتور ہے۔ ایک سے زیادہ حسیات (Multisensory) کے ذریعے پیغام کو پہنچانے سے اس کو سمجھنا اور یاد رکھنے میں بے حد مدد ملتی ہے۔ مثال کے طور پر 1986ء میں رسالہ "Journalism Q" میں شائع ہونے والی ایک تحقیق جس کا عنوان تھا "Media Use & Meaning of Music Video" (میڈیا کا استعمال اور میوزک ٹی وی کے معانی) کے مطابق ایک گانے کے معانی اور پیغام کو ویڈیو پر دیکھ کر بہت اچھی طرح سمجھا اور اثر لیا جاتا ہے بہ نسبت آڈیو پر اس گانے

کے صرف سننے کے۔ ایک دوسری تحقیق میں دیکھا گیا کہ تشدد اور فحاشی کے مناظر دکھانے والی میوزک ویڈیوز کو دیکھنے کے بعد کچھ دیر کے لیے ان کو دیکھنے والے (Viewers) اس بات سے بالکل بے حس (Desensitize) ہو گئے جب اُن کے سامنے کوئی تشدد یا فحاشی کا عمل واقعہ پیش آیا۔ ڈاکٹر براؤن اور ہنڈری کے مطابق پاپ میوزک کا بصری پہلو (Visual dimension) ہمیشہ سے ایک طاقتور عنصر رہا ہے۔ چاہے وہ گلوکار ایلوس پریسلے (Elvis Presley) کے نچلے دھڑ کو ہلانے کا دور ہو (1960 کی دھائی) یا آج کے دور میں گلوکار پرنس یا آزی آزبورن کے میوزیکل ویڈیوز ہوں جو سٹیج پر حیا کا نہ شرمناک حرکات کرتے ہیں۔ شاید انہی چیزوں کے پیش نظر حکومت پاکستان نے ایک علیحدہ ٹی وی چینل میوزک کے لیے وقف کر دیا ہے تاکہ نوجوانوں کے اخلاق جلد سے جلد تباہ ہو سکیں۔

عشق و مستی کا جنازہ ہے تخیل اُن کا
اُن کے اندیشہ تاریک میں قوموں کا مزار

(اقبال)

موسیقی کے نشہ سے جان چھڑانے کی عملی تدبیر

جیسا کہ جدید سائنسی تجربات سے ثابت ہوتا ہے کہ موسیقی ایک نشہ ہے۔ اس لیے اس کو چھوڑنے کی صورت میں بندے پر نشہ ٹوٹنے کی کیفیت (Withdrawl effects) طاری ہوتی ہے جس طرح افیون، سگریٹ، ہیروئن اور ٹی وی کا نشہ چھوڑنے پر بندے کی حالت ہوتی ہے۔ اس کے لیے تدریج کا عمل اہم ہے لیکن اللہ سے دعا کر کے دل میں یہ عہد کر لینا چاہیے کہ میں نے یہ نشہ بالآخر چھوڑ دینا ہے۔ اس کے علاوہ:

- اپنے گھر میں پڑے ہوئے تمام گانوں کی کیسٹیں، سی ڈیز، ویڈیوز کو کوڑے میں پھینک دیں تاکہ جب ہم تنہا ہوں تو شیطان وسوسے کے ذریعے ہماری توبہ توڑنے کی کوشش نہ کر سکے۔

- ہر مرتبہ جب ہم کوئی گانا سننے لگیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس حدیث کو یاد کریں کہ جس میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ قَعَدَ إِلَى قَيْنَةٍ يَسْتَمِعُ مِنْهَا صَبَّ اللّٰهُ فِيْ أُذُنَيْهِ الْآنُكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(جامع الصغیر للسیوطی   احکام القرآن لابوبکر الجصاص) (1)

”جو شخص گانے والی لونڈی کی مجلس میں بیٹھ کر اس کا گانا سنے گا قیامت کے روز اُس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا“۔

- ہر مرتبہ جب کوئی انڈین یا انگلش گانا سنیں (ہمارے ملک کے گلوکاروں کا قبلہ وکعبہ بھی وہ اور بھی وہی تو ہیں) تو اُس وقت صرف ایک منٹ کے لیے اپنی اُن مسلمان بہنوں کا تصور کی آنکھ سے دیکھیں جن سے آئے دن انڈین فوجی کشمیر میں یہودی اور امریکی فوجی عراق اور افغانستان میں شرمناک سلوک کرتے ہیں۔
- اپنے بچوں کو موسیقی سے بالکل دور رکھیں ورنہ دجال کی یہ سریلی آواز (موسیقی) بہت دلکش ہوتی ہے اور کانوں اور آنکھوں کے راستے دل کو تباہ کرکے چھوڑتی ہے۔
- اللہ کی راہ میں صدقہ کریں کیونکہ اس سے گناہ سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔
- ایسے صالحین اور نومسلموں کے حالاتِ زندگی سے حرارتِ ایمانی حاصل کریں جو توبہ سے پہلے نہ صرف موسیقی سنتے تھے بلکہ گانے بجانے کے فن میں امامت کے مقام پر تھے پھر توبہ کے بعد وہ اسلام کے میدان میں امام بن گئے۔ ڈاکٹر بلال فلپس {B lal Phillips}

---

[1] قاضی ابوبکر ابن العربی نے احکام القرآن میں حضرت عبداللہ بن مبارک اور امام مالکؒ کے حوالے سے حضرت انسؓ کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ جامع الصغیر میں امام سیوطی نے بھی یہ حدیث روایت کی ہیں گو کہ اس حدیث میں کچھ ضعف ہے۔

1970ء میں اسلام قبول کرنے سے پہلے کینیڈا کے شہر ٹورانٹو کے ایک نائٹ کلب میں ستار بجانے والے (Guitarist) تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد کچھ دن گانا بجانا کرتے رہے لیکن انہوں نے محسوس کیا کہ یہ موسیقی اسلام کے ساتھ زیب نہیں دیتی۔ پھر انہوں نے اپنے تمام آلاتِ موسیقی (ستار، پیانو، ڈرم وغیرہ) اپنے غیر مسلم دوستوں کو دے دیے اور خود اسلامی علم کی تحصیل میں لگ گئے حتیٰ کہ انہوں نے اصولِ فقہ اسلامی میں Ph.D. حاصل کی اور سعودی عرب میں کئی سال تک اسکولوں میں اسلامی علوم بچوں کو پڑھاتے رہے اور اسلام کے مختلف موضوعات (مثلاً اصولِ تفسیر، جنات، تعددِ ازواج) پر کتابیں لکھیں۔ سعودی عرب میں ان کی تقاریر سن کر سینکڑوں امریکی فوجیوں نے اسلام قبول کیا۔

اسی طرح کی ایک اور مثال برطانیہ کے عبدالرحیم گرین (Abdur Rahim Green) کی ہے جنہوں نے بھی اسلام قبول کرنے کے بعد گانے بجانے سے توبہ کی، اسلامی علوم کی تحصیل میں لگ گئے اور آج اسلام کا نور مغرب میں پھیلا رہے ہیں

تلاوتِ قرآن، روح کی غذا

موسیقی سن کر انسانی روح میں بے چینی پیدا ہوتی ہے کیونکہ وہ کچرا غذا ہے جو صرف بدہضمی پیدا کرتی ہے۔ ہمارا جسمانی وجود اس مٹی سے بنا ہے اور اسی میں اس نے واپس جانا ہے (سورہ طٰہٰ آیت 35) جبکہ ہمارا روحانی وجود آسمانی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے آیا ہے اور اسی کی طرف اس نے واپس جانا ہے "انا للہ وانا الیہ راجعون O" (سورۃ البقرہ آیت 156) پس چونکہ ہمارا جسم اس دنیا سے ہے اس لیے اس کی خوراک دنیا ہی سے حاصل کی جاتی ہے۔ روح چونکہ آسمانی ہے اس لیے اس کی غذا دنیاوی آلات کی پیداوار یعنی موسیقی کبھی نہیں ہو سکتی۔

روح کی غذا صرف اور صرف قرآن ہے جو کہ آسمانی ہے۔ قرآن کی تلاوت میں وہ

کے لیے آرام اور شفا ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ o (سورۃ الرعد آیت 28)

(خبردار رہو! دلوں کو اطمینان اللہ کو یاد کرنے سے ہوتا ہے۔)

تلاوتِ قرآن موسیقی کے زہر کا سب سے بڑا تریاق ہے۔ اسی لیے رسول کریم ﷺ خود بھی انتہائی خوش الحانی سے تلاوتِ قرآن کرتے تھے (کفار مکہ کے سردار راتوں کو چھپ کر آپ ﷺ کی تلاوت سنتے تھے) اور دوسروں کو بھی خوبصورت آواز سے تلاوتِ قرآن کی تلقین فرمائی۔

زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ۔ (سنن ابو داؤد) (1)

"قرآن کی خوبصورت آواز سے تلاوت کرو۔"

تلاوتِ قرآن روحِ انسانی کی غذا ہونے کی وجہ سے روح کی وساطت سے جسم پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ امریکی ریاست فلوریڈا کے شہر پاناما سٹی (Panama City) کے اکبر کلینکس میں مسلم سائنسدان ڈاکٹر احمد القاضی نے اس سلسلے میں جدید ترین میڈیکل آلات استعمال کرتے ہوئے تلاوتِ قرآن کے جسم پر اثرات کا تجزیہ کیا جس میں دل کی دھڑکن، بلڈ پریشر اور اعصاب (Muscles) کے کھچاؤ شامل تھے۔ ڈاکٹر القاضی نے اس کام کے لیے رضاکاروں کے تین گروپ منتخب کیے

(i) مسلمان جو عربی جانتے تھے۔

(ii) مسلمان جو عربی نہیں جانتے تھے اور

(iii) غیر مسلم جو عربی نہیں جانتے تھے۔ اس تحقیق کے نتائج یہ تھے کہ قرآن کی تلاوت سننے سے رضاکاروں کے اعصاب کا تناؤ دور ہوا، دل کی دھڑکن آہستہ ہوئی اور بلڈ پریشر کم ہونے کے ساتھ ساتھ طبیعت کی بے چینی (Stress) دور ہوئی۔ یہ نتائج مسلمان اور غیر مسلم رضاکاروں

---

(1) اس حدیث کو شیخ البانی نے صحیح سنن ابی داؤد میں صحیح کا درجہ دیا ہے۔ حدیث 1303

میں یکساں دیکھے گئے چاہے وہ عربی جانتے تھے یا نہ جانتے تھے۔ مزید دلچسپ بات یہ دیکھنے میں آئی کہ تلاوت میں قرآن کی وہ آیات جن میں جنت کی نعمتوں کا ذکر ہے (آیات ترغیب) ان کی تلاوت سننے سے رضاکاروں کے جسموں پر Stress کم کرنے کے اثرات (مثلاً دل کی دھڑکن کم ہونا) زیادہ مرتب ہوئے (حالانکہ ان میں سے اکثریت کی زبان عربی نہ تھی) جبکہ قرآن کی عذاب کی آیات (آیات ترہیب) کی تلاوت سے اُن کے جسموں پر بے چینی دور کرنے کے اثرات کم مرتب ہوئے۔

اسی طرح کی ایک دوسری سائنسی ریسرچ دنیا کے دوسرے خطے یعنی سوڈان میں خرطوم یونیورسٹی میں ڈاکٹر محمد خیر الا قصوصی نے اپنی Ph.D کے دوران کی۔ اس تحقیق میں ایسے مریض شامل تھے جو بلڈ پریشر کی بیماری کا شکار تھے قرآن کی تلاوت سننے سے اُن سب کے بلڈ پریشر میں حیرت انگیز طور پر کمی واقع ہوئی۔ یاد رہے کہ ڈاکٹر محمد خیر عالم اسلام کے مشہور ماہر نفسیات ڈاکٹر مالک بدری کے شاگرد رشید ہیں۔

یہ تمام تحقیقات ہمیں بتاتی ہیں کہ موسیقی صرف روح کی سزا ہے اور روح انسانی کی اصل غذا قرآن کی تلاوت اور اس میں تفکر و تدبر ہے۔

موسیقی سے متعلق چند سچے واقعات

قرآن میں موت کی آخری گھڑیوں کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ﴾

(سورہ ق 19)

"پھر دیکھو وہ موت کی جان کنی حق لے کر آ پہنچی۔ یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا"

امام راغب اصفہانی "مفردات القرآن" میں لکھتے ہیں کہ "اَلسُّکر" دراصل اس

حالت کو کہتے ہیں جو انسان اور اُس کی عقل کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ اُس کا عام استعمال شراب کے نشہ پر ہوتا ہے۔ اور اسی سے سَکَرَاتُ الْمَوْت (موت کی بیہوشی یا موت کا نشہ) کی اصطلاح ہے جیسا کہ سورہ ق کی اوپر بیان کی گئی آیت میں آیا ہے۔

عام حالات میں جب آپ سو کر اٹھتے ہیں اور اگر آپ گانے سننے والوں میں سے ہیں تو آپ دیکھیں گے کہ کبھی کسی گانے کے بول آپ کی زبان پر جاری ہوتے ہوتے ہیں چاہے آپ کو وہ گانا پسند ہو یا ناپسند۔ اگر عام حالات میں آپ اپنی زبان کو کنٹرول نہیں کر سکتے تو موت کی غشی کی کیفیت جو در اصل نشہ کی سی کیفیت ہوتی ہے اُس میں آپ اپنی زبان کو کیسے کنٹرول کریں گے۔ یہاں پر موت کے آخری لمحات سے متعلق چند واقعات دیے جاتے ہیں۔ موسیقی سننے والے مسلمان بھائی اور بہنیں شاید یہ خیال سوچیں کہ ایسا واقعہ اُن کے ساتھ نہیں پیش آئے گا لیکن یاد رہے کہ جن لوگوں کے ساتھ یہ واقعات پیش آئے وہ بھی ایسا ہی سوچتے تھے کہ اُن کے ساتھ ایسا کبھی نہیں ہوگا اور اچانک موت کے فرشتے نے آ کر اُن کی روح قبض کر لی۔

علامہ ابن القیم اپنی کتاب "اغاثۃ اللھفان" میں ایک موسیقی سننے کے شوقین شخص کا ذکر کرتے ہیں کہ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کے رشتہ داروں نے اس کو کلمہ طیبہ پڑھنے کی تلقین کی لیکن کوشش کے باوجود وہ کلمہ طیبہ نہیں پڑھ سکتا تھا۔ پھر اس نے اپنا پسندیدہ گانا گانا شروع کر دیا۔ جب گانے کے الفاظ ادا کرنے کی طاقت نہ رہی تو اس شخص نے اسی گانے کو گنگنانا شروع کر دیا اور اسی دوران اس کی روح اس کے جسم سے نکل گئی۔

ایک عرب ملک میں دو شخص ہائی وے پولیس (Highway Patrol) میں کام کرتے تھے۔ انھوں نے سوڈان کے عالم شیخ کمال کو اپنے بعض مشاہدات بتائے۔ اُن دونوں نے بتایا کہ انھوں نے ہائی وے پر بعض بڑے ہی خطرناک ایکسیڈنٹ دیکھے۔ ایک مرتبہ دو گاڑیوں کی آمنے سامنے ٹکر (Heads-on Collision) ہوئی۔ ایک گاڑی کا ڈرائیور فوراً ختم ہو گیا۔ دوسری گاڑی پر سوار دو نوجوان شدید زخمی ہوئے جنھیں ہائی وے پیٹرول کے دونوں اشخاص

ایمبولینس میں فوراً ہسپتال لے کر چلے۔ راستے میں دونوں نوجوانوں کی حالت بہت خراب ہو گئی
تو ہائی وے پیٹرول والوں نے انھیں کلمہ طیبہ پڑھنے کی تلقین کی لیکن دونوں نوجوانوں نے گانے
گانا شروع کر دیئے اور گانے گاتے پہلے ایک کی روح پرواز کر گئی پھر دوسرا نوجوان بھی مر گیا۔ ہائی
وے پیٹرول والے پورے راستے غم کی وجہ سے خاموش رہے۔ اب وہ ہسپتال کی بجائے مردے
نہلانے والی جگہ جا رہے تھے۔ ہائی وے پیٹرول والے ایک شخص نے بتایا کہ اس دن کے بعد
جب بھی وہ موسیقی اور گانے سننے کے لیے ٹیپ ریکارڈر کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو اُسے حادثے میں
جاں بحق ہونے والے اُن دونوں نوجوانوں کے چہرے آنکھوں کے سامنے آجاتے کہ کس طرح
موت کے وقت کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنے کی بجائے وہ گانے گاتے ہوئے مر گئے۔ اس واقعے
میں پاکستان کے اُن بس ڈرائیور حضرات کے لئے عبرت ہے جو بسیں چلاتے ہوئے نہ صرف خود
موسیقی سنتے ہیں بلکہ مسافر مردوں اور عورتوں کے کانوں کو بھی آلودہ کرتے ہیں۔

اُنہی دونوں ہائی وے پیٹرول والوں نے شیخ کمال کی کو ایک دوسرے نوجوان کا قصہ
بھی سنایا۔ جس کی گاڑی کا موڑ دیتے ہوئے ٹائر پنکچر (Tire Puncture) ہو گیا۔ وہ نوجوان گاڑی
کا ٹائر تبدیل کرنے کے لیے باہر نکلا تو راستے میں پیچھے سے آنے والی ایک گاڑی نے اس کو کچل
دیا۔ ہائی وے پیٹرول والوں نے فوراً اس شدید زخمی نوجوان کو ہسپتال پہنچانے کی کوشش کی۔
راستے میں انھوں نے اُس نوجوان کو کلمہ پڑھنے کی تلقین کی لیکن وہ خاموش رہا۔ کچھ دیر کے بعد اُن
ہائی وے پیٹرول والوں نے محسوس کیا کہ وہ نوجوان بڑی خوبصورت آواز میں کچھ پڑھ رہا ہے۔
اُن میں سے ایک شخص نے نوجوان کے قریب ہو کر سنا تو وہ نوجوان قرآن کی یہ آیات پڑھ رہا تھا

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا
تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ
أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي

أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴿﴾

(سورة فصلت: 30-32)

"جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے۔ یقیناً اُن پر (موت کے وقت) فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو، نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔ وہاں جو کچھ تم چاہو گے تمہیں ملے گا اور ہر چیز جس کی تم تمنا کرو گے وہ تمہاری ہوگی۔ یہ ہے سامانِ ضیافت اُس ہستی کی طرف سے جو غفور اور رحیم ہے۔"

پھر اس نوجوان نے پڑھا:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ

یہ پڑھتے ہی اس کی روح جسم سے پرواز کر گئی۔ ہائی وے پیٹرول کے سپاہی نے اپنے ساتھی کو فوراً پکارا۔ "یہ نوجوان فوت ہو گیا ہے۔" اور وہ دونوں نہایت غمگین ہو گئے۔ ہسپتال پہنچ کر انھوں نے نوجوان کے والدین سے رابطہ کیا۔ والدین نے ہائی وے پیٹرول والوں سے ملاقات کے موقع پر بتایا کہ اُن کا بیٹا بہت نیک اور تہجد گزار تھا۔ موسیقی نہیں سنتا تھا بلکہ اچھے اچھے قاریوں کی تلاوت سنتا تھا۔ ہر وقت اللہ کو یاد رکھتا تھا اور اسلامی علم حاصل کرتا رہتا تھا۔ اس لئے موت کے وقت بھی اس کی زبان پر تلاوتِ قرآن ہی تھی۔

آخر میں سوڈان کے شیخ کمال کی کا ذاتی واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ شیخ کمال کی اب امریکہ بلکہ پوری دنیا میں تبلیغ اور دعوتِ اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ کمال کی مذہبی بننے سے پہلے موسیقی سنتے تھے۔ انھوں نے گٹار (Guitar) بجانا بھی سیکھا لیکن جب اسلام میں موسیقی کے حرام ہونے کا سنا تو پہلے تو اُن کے دل کو یقین نہیں آیا۔ اُن کے بقول:

"لیکن میں نے محسوس کیا کہ جب بھی میں نے موسیقی سنی تو میرے اندر وہ احساس پیدا نہیں ہوتا تھا جو قرآن سنتے ہوئے یا درسِ قرآن کے حلقے میں حاضر ہو کر یا مسجد میں ذکر کر کے دل میں روحانی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ مجھے یقین ہو گیا کہ گانے سننا ایک حرام اور غلط کام ہے لیکن میرا دل اُسے چھوڑنے کو نہیں چاہتا تھا۔ پھر میں دو تین دنوں کے لیے شدید مصروف ہو گیا اور موسیقی نہ سن سکا۔ اب مجھے احساس ہوا کہ میرا موسیقی کے بغیر گزارا ہو سکتا ہے چنانچہ میں نے اُس سے مکمل توبہ کر لی"

شیخ کمال کی کے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ اُن کی ایک بہن موسیقی اور گانے سننے کی بڑی شوقین تھی اور شیخ کمال کی توبہ کے بعد بھی اُس نے گانے ابھی نہیں چھوڑے تھے۔ پھر ایک دن اُن کی بہن نے ایک خواب دیکھا جو اُس نے اپنے بھائی سے بیان کیا:

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر ہم سے ملنے آئے ہیں۔ جب مجھے یہ پتہ چلا تو میں بہت خوش ہوئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری فیملی سے ملنے آئے ہیں اور وہ ہمارے گھر کے کسی کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں اور میرے بھائی کمال کی اور میری والدہ سے باتیں کر رہے ہیں۔ ہمارا تعلق سوڈان سے ہے اور سوڈان میں یہ روایت ہے کہ جب مہمان آئے تو پیپسی (Pepsi) ٹرے میں رکھ کر مہمان کو پیش کی جاتی ہے۔ چنانچہ میں حضورؐ کے لیے پیپسی لینے کے لیے گئی اور جب میں کچن سے نکل کر کمرے کی طرف جا رہی تھی تو میں لیٹرین (Bathroom) کے سامنے رک گئی کیونکہ میں نے محسوس کیا کہ لیٹرین میں کچھ ہو رہا ہے۔ میں نے دیکھا کہ لیٹرین میں نہانے کے ٹب (Bath-tub) میں ایک بہت خوبصورت بچہ گانا گا رہا ہے۔ مجھے وہ سننے میں کچھ دیر ہو گئی پھر جب میں کمرے میں ٹرے میں رکھی ہوئی پیپسی لے کر پہنچی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کروں تو کیا دیکھتی ہوں کہ حضورؐ جا چکے ہیں اور کمرہ خوشبو سے بھرا ہوا ہے۔ اس پر خواب ختم ہو گیا۔"

شیخ کمال کی کی بہن بیان کرتی ہیں:

"میں پہلے تو جب سو کر اٹھی تو اس خوشبو کے احساس سے بہت خوش ہوئی۔ پھر چند دنوں کے بعد مجھے اصل افسوس شروع ہوا کہ باتھ روم میں خوبصورت بچہ دراصل شیطان تھا جس کا گانا سننے کی وجہ سے مجھے دیر ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارے گھر آنے کے باوجود میں نہ صرف حضورؐ کے دیدار سے محروم رہی بلکہ میں حضورؐ کی مہمان نوازی بھی نہ کرسکی۔"

اس کے بعد ان خاتون نے موسیقی اور گانے سننے سے ہمیشہ کے لیے سچی توبہ کرلی

تو اے عزیزانِ ملت اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ کیا آپ حق بات سنیں گے یا اپنے کانوں کو ipod اور mp3 players سے بند کرلیں گے۔ سچی توبہ کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اپنے کمپیوٹر پر جتنی بھی گانوں کی فائلیں ہیں انھیں مٹا دیں یعنی Delete کردیں اور آپ کے پاس آپ کے پسندیدہ گلوکاروں اور گلوکاراؤں کی جو CDs ہیں انھیں توڑ ڈالیں اور اللہ کی طرف واپس پلٹ آئیں:

﴿ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ﴾ (سورۃ الحدید:16)

"کیا ایمان لانے والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں۔"

جلد بازی سے پروان چڑھا بچہ

(The Hurried Child)

جلد بازی شیطان کی ایک صفت ہے۔ حدیث میں آتا ہے

اَلْاَنّیٰ مِنَ اللہِ وَ الْعَجلَۃُ مِنَ الشَّیْطَانِ۔ (1)

(بیہقی فی سنن الکبری 104/10 . مسند ابو یعلی 1054/3)

(معاملات میں احتیاط اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے)

دجال کی ایک اہم خصوصیت جو حدیث میں بیان کی گئی ہے وہ اس کی تیزی ہے۔ (صحیح مسلم) غور کریں تو یہی صفت دجال کے ایجنٹوں میں بھی بدرجہ اتم موجود ہے مثلاً ٹی وی، انٹرنیٹ، ڈش نیٹ ورک، ویڈیو گیمز وغیرہ۔ امریکی مفکر جوزف چلٹن پیئرس (Joseph Chilton Pearce) کی تحقیق کے مطابق ٹی وی پر بچوں کے کارٹون اور پروگراموں کو ہر دس سال کے بعد مزید تیز کیا جاتا ہے تا کہ بچے اُن سے اکتاہٹ کا شکار نہ ہوں۔ (2)

---

(1) اس حدیث کو شیخ البانی نے صحیح الجامع میں حسن کا درجہ دیا ہے اور امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی معتبر (رجال الصحیح) ہیں۔

(2) Pearce, Joseph Chilton (1992) Evolution's End San Francisco, Harper

اسی طرح انٹرنیٹ کے تیز سے تیز ترکنکشن مارکیٹ میں آرہے ہیں۔ یہی حال کمپیوٹرز کا ہے۔ زراعت کے میدان میں فصلوں کو کیمیکلز کی مدد سے جلدی تیار کیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں ہم انسانوں میں کینسر جیسی بیماریاں دیکھ رہے ہیں۔

اسی طرح مویشیوں کو ہارمونز کے ٹیکے لگا کر جلدی جوان کیا جاتا ہے تاکہ ان سے جلد کمایا جاسکے لیکن ایسے جانوروں کے گوشت، دودھ اور انڈوں سے انسانوں میں وہی زہریلے کیمیائی مادے منتقل ہو جاتے ہیں۔ امریکہ کے فاسٹ فوڈ (Fast Food) کے برانڈ جن کی شاخیں مکہ مدینہ تک میں کھل چکی ہیں، اسی جلد بازی کے کلچر کا مظہر ہیں حالانکہ فاسٹ فوڈ کی بنیاد ہی دو شیطانی صفات یعنی Haste & Waste (جلد بازی اور فضول خرچی) پر رکھی گئی ہے۔ تاہم دجالی نظام کا اصل مقصد جلد بازی سے پروان چڑھے بچے تیار کرنا ہے۔ ایسے بچے جن سے ان کا بچپن چھین لیا گیا ہو اور وہ بے حس اور سنگدل فرد بن کر معاشرے میں شامل ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں قیامت کی نشانیوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكُوْنَ الْوَلَدُ غَيْظًا وَّالْمَطَرُ قَيْظًا۔ (1)

(المعجم الاوسط للطبرانی)

(قیامت کے قریب بارش کا پانی تیزابیت والا (Acid Rain) ہو جائے گا اور بچے غضبناک بن جائیں گے۔)

اس حدیث میں جن بچوں کی طرف اشارہ ہے، یہ ایسے ہی بچے ہیں جن سے ان کا بچپن

---

(1) طبرانی کی اس حدیث کی سند میں عائشہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کرنے والے راویوں میں مؤمل بن عبدالرحمٰن منفرد ہیں اس لئے یہ حدیث ضعیف کے درجے میں ہے۔ (رقم الحدیث 6601)

جنہیں پالا گیا ہو اور انہیں ماں کی ممتا سے محروم کر دیا گیا ہو۔ نتیجتاً ان کے لیے کسی رشتے کی اہمیت باقی نہیں رہتی۔ دجالی نظام میں خواتین کو مردوں کے شانہ بشانہ نوکریاں کرنے کی ترغیب دے کر پہلے بچوں کو ماں کے دودھ سے محروم کیا جاتا ہے اور پھر ماں کی ممتا اور پرورش سے۔ جب بچے کی عمر بمشکل تین چار برس کی ہوتی ہے تو اُسے اسکول میں داخل کروا دیا جاتا ہے تاکہ وہ ماں کے پاس کم سے کم وقت گزارے۔ اس مضمون کا موضوع ایسی ہی جلد بازی سے پروان چڑھے بچے ہیں۔

بچے کی ذہنی نشوونما کے مختلف مراحل

پاکستان میں تعلیم کا رجحان بڑھ رہا ہے جو کہ اچھی بات ہے لیکن اس کا رخ صحیح سمت میں متعین کرنا اہم ہے ورنہ فائدے کے بجائے نقصان ہاتھ آئے گا۔ آج یہ دیکھنے میں آ رہا ہے مسلمان مائیں اپنے 3 اور 4 سال کے بچوں کو اسکول میں داخل کروا دیتی ہیں جہاں پر اُن بچوں کو پھانسنے کے لیے PRE K یا DAY CARE یا PRE-SCHOOL جیسی اصطلاحیں استعمال کی جاتی ہیں۔ اس رجحان میں بہت سے عوامل کو دخل ہے جو سب کے سب دجالی نظام کی جڑوں کو پانی بخشتے ہیں، جس کا خاصہ یہ ہے کہ بچے کو ماں کی محبت سے زیادہ سے زیادہ دور رکھا جائے۔ نہ جانے پاکستانی مائیں اپنی فطری ذمہ داریوں سے جان چھڑوانے کے لیے ایسا کرتی ہیں یا انتہائی خوش اعتقادی کے ساتھ معاشرے کے بہاؤ سے متاثر ہو کر ایسا کر گزرتی ہیں۔ کچھ ماؤں نے صبح کے وقت گھر میں تسلی سے ٹی وی یا کیبل پر اپنی پسند کے ڈرامہ سیریل دیکھنے ہوتے ہیں یا کمپیوٹر پر وقت صرف کرنا ہوتا ہے۔ ان تمام مصروفیات میں چھوٹے بچے خلل پیدا کرتے ہیں جس سے تنگ آ کر مائیں انہیں جلدی ہی اسکول بھیج دیتی ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب نے 1400 سال پہلے بچوں کی تعلیم کے متعلق فرمایا تھا

لَعِبُوهُمْ بِسَبْعٍ وَاَدِّبُوهُمْ بِسَبْعٍ وَ آخُوهُمْ بِسَبْعٍ۔

(بچوں کو پہلے سات سال تک کھیل کھلاؤ، اگلے سات سال ان کو صحیح تعلیم دو اور ان سے اگلے سات سال ان کے ساتھ دوستی کرو۔)

علیؑ بن ابی طالب کے مطابق بچوں کی صحیح تعلیم سات سال کی عمر سے شروع ہونی چاہیے۔ جدید سائنسی تحقیقات بھی حضرت علیؑ کے قول کی تائید کرتی ہیں۔ جرمنی کے ماہر تعلیم ڈاکٹر روڈالف سٹائنر (Dr Rudolf Steiner) کی تحقیق کے مطابق بچے کو جلدی اسکول داخل کروانے سے اس کے ذہن پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ جلد بالغ ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر سٹائنر جو کہ بیک وقت فلسفہ، مذہب، علم نفسیات، آرٹ، تاریخ، معاشیات اور سیاسیات میں ماہر تھا۔ اس نے ء میں جرمنی میں پہلے والڈارف (Woldorf) اسکول کی بنیاد رکھی اور چند ہی سالوں میں والڈارف طریق تعلیم پوری مغربی دنیا میں پھیل گیا۔ اس طرز تعلیم کا مقصد انسانوں کی روح کو Educate کرنا ہے۔

حضرت علیؑ کے مطابق ذہنی ارتقا کے تین مراحل ہوتے ہیں

پیدائش سے سات سال تک: Prelogical Stage

سائنسی لحاظ سے بچوں کو جلدی اسکول داخل کرنے کے اور بھی کئی نقصانات ہیں۔ جدید نیورولوجیکل (Neurological) ریسرچ کے مطابق پہلے سات سالوں تک بچہ Prelogical سٹیج میں ہوتا ہے۔ عمر کے اس حصے میں بچے مسلسل حرکت میں رہتے ہیں اور اپنے اردگرد کے ماحول سے حرکت کرنا سیکھتے ہیں۔ اسی لیے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ پہلے سات سال بچے کے ساتھ کھیلو۔ جدید ریسرچ کے مطابق لڑکوں کے ہاتھوں کی انگلیوں کی Nerves سات سال کی عمر تک مکمل طور پر نشوونما نہیں پاتیں اور امریکی ماہر تعلیم مسز سیکسٹن (Mrs. Saxton) کے مطابق سات سال سے قبل بچے کو پنسل پکڑنے پر مجبور کرنے کے نتیجے میں لڑکوں کو بقیہ عمر میں قلم پکڑنے سے نفرت ہو جاتی ہے

سات سال سے چودہ سال کی عمر تک

بچے کی عمر کا یہ مرحلہ (Operational Logical Stage) کہلاتا ہے۔ بچے کے دودھ کے دانت گرنے کے بعد تقریباً سات سال کی عمر میں بچے اس سٹیج میں داخل ہوتے ہیں۔

عمر کے اس مرحلے میں بچوں میں وقت کا اندازہ لگانے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے حدیث میں بچوں کو سال کی عمر میں نماز پڑھنے کی ترغیب دینے کا حکم ہے کیونکہ پانچ نمازوں کے اوقات پورے دن پر پھیلے ہوئے ہوتے ہیں اور مختلف موسموں میں بدلتے رہتے ہیں۔ 7 سال کی عمر سے پہلے بچے کے لیے اوقات کا اندازہ کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ آپ اندازہ لگائیں کہ چار سال کے بچے کے لیے کلاس میں وقت گزارنا کتنا مشکل کام ہوتا ہے۔ اسی طرح سات سال کی عمر کے بعد بچوں میں ذہنی تصورات (Concepts) کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے اس عمر میں ان کو مختلف علوم سکھانے چاہئیں۔

چودہ سال سے اکیس سال کی عمر تک

بچے کی عمر کا یہ حصہ (Post- logical Stage) کہلاتا ہے۔ بلوغت کے ساتھ ہی بچے اس مرحلے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اس عمر میں ذہنی سوچ کے نئے گوشے کھلتے ہیں۔ چونکہ بلوغت کے دور میں جسم میں کیمیائی مادوں (Hormones) کے اخراج کی وجہ سے نوجوان شدید جذباتی ہیجان کا شکار ہوتے ہیں اس لیے بالخصوص اس عمر میں انہیں مخلوط تعلیم (Co- education) سے دور رکھنا چاہیے۔ چونکہ 16 سال سے 21 سال کی عمر میں بچوں کی مزید ذہنی نشوونما کے نتیجے میں ان میں شناخت کی تلاش (Search for Identity) اور اپنے آپ کو کسی گروپ کے ساتھ منسلک کرنے کی خواہش بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے ان کو بری صحبت سے بچانا اس مرحلے پر سب سے اہم ہوتا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ اپنے بچوں کی زندگی کے اس مرحلے پر اُن سے اپنا تعلق مضبوط رکھیں۔ اسی لیے حضرت علیؓ نے

فرمایا کہ ان سات سالوں میں بچوں کو اپنا دوست بناؤ تاکہ بچے اپنے ماں باپ ہی کو اپنا دوست اور ہمراز سمجھیں۔

اس کے علاوہ عمر کے اس مرحلے میں بچوں کو مختلف علوم حاصل کرنے چاہئیں (دینی اور دنیاوی) کیونکہ اسی طریقے سے وہ اپنی ذہنی صلاحیتوں کو صحیح سمت میں لگا سکتے ہیں

دماغ کے دائیں اور بائیں حصوں کا ارتقاء

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا فرمایا ہے۔ سورہ یٰس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ﴾ (سورہ یٰس آیت 36)

(پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کیے خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود ان کی اپنی جنس (یعنی نوع انسان) میں سے یا ان اشیاء میں سے جن کو یہ جانتے تک نہیں ہیں۔)

مثلاً دایاں اور بایاں دماغ (Right اور Left Hemisphere) ایک جوڑے کی طرح ہیں۔ دایاں دماغ تقریباً چار سال کی عمر میں پرورش پانا شروع ہوتا ہے۔ اس کا تعلق تخلیقی صلاحیت (Creativity) اور قوت تخیل (Imagination) سے ہوتا ہے اس لئے اس دور میں بچوں کو ڈرائنگ کرنے کا یا کھلونوں سے خیالی کھیل کھیلنے کا شوق ہوتا ہے اور انہیں ایسا کرنے سے منع نہیں کرنا چاہیے ورنہ دماغ کے دائیں حصے کی نشوونما میں خلل واقع ہوتا ہے۔ دوسری طرف دماغ کے بائیں حصے (Left Hemisphere) کی نشوونما 7 سال کی عمر میں شروع ہوتی ہے اور دماغ کے اس حصے کا تعلق منطق سوچ (Logic) سے ہوتا ہے اس عمر سے پہلے بچے میں حسابی علوم یا سائنس کے تصورات سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔

اللہ کی ذات کا ادراک دائیں دماغ (Right Hemisphere) سے کیا جاتا ہے کیونکہ خدا کا تصور سب سے زیادہ مشکل اور قیاسی (Abstract) تصور ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ دماغ کا یہی حصہ سب سے پہلے نشوونما پانا شروع ہوتا ہے۔ بائیں دماغ سے خدا کی ذات کا تصور اس لئے نہیں کیا جا سکتا کیونکہ منطق سے خدا کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کے مطابق لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تلقین بھی فرمائی ہے کہ سب سے پہلے بچے کو جو لفظ سکھایا جائے وہ اللہ ہونا چاہیے۔

بچپن میں رٹا لگانے کی اہمیت

جدید مغربی نظام تعلیم جو کہ بڑی تیزی سے مسلمان ملکوں میں سرایت کر رہا ہے اس میں ایک چیز جو انتہائی مکاری کے ساتھ غائب کر دی گئی ہے وہ بچپن میں رٹا لگانے کا طریقہ (Rote Memorization) ہے۔ اس لئے مغربی ممالک کے نظام تعلیم کا معیار دن بدن گرتا جا رہا ہے اور وہاں کے ماہرین تعلیم اس بارے میں فکرمند ہیں۔

جدید علم الاعصاب (Neuroscience) کی تحقیقات کے مطابق جب بھی کوئی چیز بچپن میں رٹا لگا کر یاد کی جاتی ہے تو نتیجتاً دماغ میں نئے رابطے (Neuronal Connections) بنتے ہیں جس سے حافظہ تیز ہوتا ہے۔ انسانی دماغ کا یادداشت کا سنٹر سیریبیلم (Cerebellum) گیارہ سال کی عمر تک نشوونما پاتا رہتا ہے اور اس سارے دور میں رٹا لگانے کی صلاحیت اپنے عروج پر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی نظام تعلیم میں بچوں کو سب سے پہلے قرآن حفظ کروا دیا جاتا تھا۔ پھر دوسرے اسلامی علوم کے چیدہ چیدہ متون (Paragraphs) زبانی یاد کروائے جاتے تھے اور پھر دنیاوی علوم سکھائے جاتے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اپنی کتاب غبار خاطر میں اپنے والد کا طریق تعلیم بھی یہی بتایا ہے۔

"والد مرحوم کا طریق تعلیم یہ تھا کہ ہر علم میں سے پہلے کوئی ایک مختصر متن حفظ کر لینا ضروری سمجھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ شاہ ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے خاندان کا طریق تعلیم ایسا ہی تھا۔ اس طریقہ کے فائدہ میں کلام نہیں۔ آج تک اُن متون کا ایک ایک لفظ حافظہ میں محفوظ ہے"۔ (غبار خاطر۔ مطبوعہ لاہور)

آج بھی وہ بچے جو حفظ قرآن کرتے ہیں، اگر انہیں دنیاوی علم حاصل کرنے کا موقع ملے تو پڑھائی ان کے لیے انتہائی آسان ہو جاتی ہے۔ میڈیکل کالج کی ضخیم کتابیں (مثلاً Grey s Anatomy وغیرہ) یاد کرنا اُن کے لیے مسئلہ نہیں رہتا کیونکہ انہوں نے بچپن میں سب سے ضخیم کتاب حفظ کرلی ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں ان کے دماغ کے بے انتہاء کے خلیے (Neurons) متحرک ہو چکے ہوتے ہیں۔

اس سلسلے میں امام غزالی ؒ کا بچپن کا واقعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ جب امام غزالیؒ اپنے بچپن میں کسی جگہ سے علم حاصل کرکے واپس آرہے تھے تو اُن کے تمام احادیث اور فقہ کی کلاس کے نوٹس موجود تھے۔ ڈاکوؤں نے قافلے پر ڈاکہ ڈال کر امام غزالی سے ان کے نوٹس بھی کوئی قیمتی چیز سمجھ کر چھین لیے۔ اس پر امام غزالیؒ پکارے

لَا تَسْرِقُوْ عِلْمِی (تم لوگ میرا علم مت چوری کرو)۔

یہ سن کر ڈاکوؤں کا سردار ہنسا اور اس نے امام غزالی کو کہا۔

اَیُّ عِلْمٍ هٰذَا اِذَا مِثْلِی یَسْرِقُهٗ

(یہ کیسا علم ہے کہ جسے مجھ جیسا شخص تم سے چوری کر سکتا ہے)۔

امام غزالیؒ نے جب یہ بات سنی تو دل میں کہا کہ یہ بات ڈاکوؤں کے سردار کے منہ سے

فقہ نے نکلوائی ہے۔ اس واقعہ کے بعد امام غزالیؒ گھر پہنچ کر اس وقت تک گھر سے باہر نہ نکلے جب تک انہوں نے تمام حدیث اور فقہ کے نوٹس زبانی یاد نہ کر لیے۔

بچوں کو جلد جوان کرنے میں ٹی وی اور کمپیوٹر کا کردار

دجالی نظام میں بچوں کے جنسی جذبات کو اجاگر کر کے جلدی جوان کر دیا جاتا ہے اور اس سلسلے میں دجال کے ایجنٹ یعنی ٹی وی، کیبل، موویز، کمپیوٹر سب سے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ سکولوں میں کم عمر بچوں کے لیے جنسی تعلیم (Sex Education) کا پروگرام اس پر مستزاد ہے۔ امریکہ کے یہودی مفکر نیل پوسٹ مین نے اپنی کتاب The Disappearance of Childhood میں بتایا ہے کہ ٹی وی اور کمپیوٹر کے دور سے پہلے بچوں اور بڑوں کے علم حاصل کرنے کے ذرائع میں فرق تھا۔ بچوں کے لیے ان کی عمر کے مطابق کتابیں ہوا کرتی تھیں اور بڑوں کے لیے ان کی ذہنی پختگی کے مطابق لیکن ٹی وی اور کمپیوٹر جس قسم کی انفارمیشن (بالخصوص جنسی علم) دیتے ہیں، وہ تحریری نہیں بلکہ تصویری ہوتا ہے اس لیے وہ بچے اور بڑے میں کوئی تمیز نہیں کرتا کیونکہ دونوں اسے آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ (1)

اس کے نتیجے میں مغربی سوسائٹی میں بچپن ختم ہوتا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر شٹائنر (Dr Rudolf Steiner) کے قائم کیے گئے والڈارف (Woldorf) طریق تعلیم میں بھی بچوں کو ٹی وی اور کمپیوٹر سے دور رکھا جاتا ہے کیونکہ ان کے مطابق ٹی وی اور کمپیوٹر بچوں کو جسمانی لحاظ سے سست بناتے ہیں، ان کی قوت تخیل کو کمزور کرتے ہیں اور استاد شاگرد کے براہ راست (Direct) تعلق میں ایسی چیزیں خلل پیدا کرتی ہیں۔ ان تمام باتوں کی

---

(1) Postman, Neil (1994) The Disappearance of Childhood New York, Vintage Books.

روشنی میں میری ذاتی رائے یہ ہے کہ بچوں کو 5 سال کی عمر سے پہلے اسکول داخل کرنا سراسر زیادتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بچوں کی تعلیم و تربیت کے معاملے میں جلد بازی سے بچائے۔ آمین!

خدایا ! آرزو میری یہی ہے
مرا نورِ بصیرت عام کر دے
(اقبال)

ماں کے دودھ سے محرومی

بے اولاد دجال کا انسانیت کے لیے مکروہ تحفہ!

موجودہ زمانے میں مسلمان ممالک پر مادیت پرستی اور جدیدیت کا سیلاب اس زور و شور سے آیا ہے کہ اس کے سامنے سونامی (Tsunami) کا طوفان بھی ہیچ ہے۔ دجال کے آلۂ کار UNO نے اپنے سوشل انجینئرنگ پروگرام کے ذریعے مغربی اقدار کو مسلمانوں پر اس خوبصورتی سے نافذ کیا ہے کہ اکثر اوقات مسلمانوں نے انہیں اپنا محسن ہی سمجھا ہے۔ کسی بھی صحت مند معاشرے کی بنیاد اس کا مضبوط خاندانی نظام ہوتا ہے۔ اس خاندانی نظام کو ماں اور اس کی محبت نے سنبھالا ہوا ہوتا ہے۔ دجال کے ایجنٹ اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کا آخری وار عورتوں پر ہوگا (مسند احمد)۔

آج دجال کے ایجنٹوں نے مسلمانوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر ان کے گھروں میں ٹی وی، کیبل، انٹرنیٹ، موبائل، میگزین، ڈش وغیرہ کی صورت میں گھس کر مسلمان خواتین کی برین واشنگ (Brain Washing) کی اور انہیں مغربی تہذیب کا دلدادہ بنایا۔ برین واشنگ کا علم ایک بہت بڑا فن ہے۔ برطانوی ماہرِ نفسیات اور صحافی خاتون ڈینس ون (Denise Winn) نے اپنی کتاب The Manipulated Mind میں بتایا ہے کہ ایک کامیاب برین

واشنگ پروگرام میں تین چیزیں اہم ہوتی ہیں

☆ بندے کا ذہنی اور جسمانی لحاظ سے تھکا ہونا۔

☆ پیغام کو مسلسل پیش کرنا (Repetition)

☆ پیغام کو مختصر الفاظ یا نعرے کی صورت میں یا شعر کی صورت میں پیش کرنا

(جیسا کہ آج کل ٹی وی کے اشتہارات میں کیا جاتا ہے)۔ (1)

آج مسلمان مائیں کام کاج سے تھک ہار کر جب بیٹھتی ہیں تو ٹی وی، کمپیوٹر، بے دین ڈائجسٹ یا میگزین وغیرہ کی صورت میں ان کی برین واشنگ ہوتی ہے کیونکہ اوپر بیان کیے گئے تینوں عوامل وہاں موجود ہوتے ہیں۔

اس مضمون میں اسی حوالے سے ماں کے دودھ کی اہمیت واضح کرتی ہے کیونکہ دجالی تہذیب میں پہلا وار اسی ماں کی محبت (Alma mater) پر کیا جاتا ہے کیونکہ جب بچے کی شخصیت کی تعمیر کی پہلی اینٹ ہی غلط رکھ دی گئی تو عمارت میں پائیداری کہاں سے آئے گی

قرآن میں ماں کے دودھ پلانے کا ذکر

سورۃ لقمان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴾ (سورۃ لقمان 14)

"اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے معاملے میں ہدایت کی۔ اس کی ماں نے تکلیف پر

(1) Winn, Denise (1983) The Manipulated Mind: Brainwashing, Conditioning and Indoctrination. London, Octagon Press

تکلیف جھیل کر اس کو اپنے اندر رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑانا ہوا۔ کہ میرے شکر گزار ہو اور اپنے والدین کا بھی"۔

اسی طرح کا حکم سورۃ الاحقاف میں بھی ہے۔اسی طرح احادیث میں بھی ماں کے دودھ پلانے کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔

ماں کے دودھ کا بچے کی شخصیت بنانے میں دخل

ماہرین نفسیات کے مطابق بچے کی 75% شخصیت پہلے سالوں میں بنتی ہے۔ کیمبرج یونیورسٹی کے سائنسدان ایلن لوکاس {A an Lucas} نے ایک ریسرچ میں بتایا کہ وہ بچے جنہوں نے بچپن میں ماں کا دودھ پیا ہوتا ہے ذہانت میں ان بچوں سے کہیں زیادہ ذہین ہوتے ہیں جنہوں نے ڈبے کا دودھ (فارمولا دودھ) پیا ہوتا ہے۔ آئی کیو (I.Q.) ٹیسٹ میں ماں کا دودھ پینے والے بچوں کا سکور 8 سے 10 پوائنٹ زیادہ ہوتا ہے۔اس کی ایک وجہ ماں کے دودھ میں (DHA) کی موجودگی ہو سکتی ہے جو کہ دماغ کے ٹشوز {brain tissues} بناتا ہے اور آنکھوں کے نظام کو تیز کرتا ہے۔ مثلاً یتزاک کوچ {Yitzhak Koch} جو کہ ایک اسرائیلی سائنسدان ہے، نے کہا تھا: ماں کا دودھ بچے کو صرف غذائیت ہی نہیں دیتا بلکہ اس دودھ کے ذریعے سے ماں علم کو بچے تک منتقل کرتی ہے" (1)

آج اسرائیل میں یہودی مائیں غالب اکثریت میں اپنے بچوں کو Breast Feeding کرتی ہیں اور اس طرح اپنی مذہبی اقدار اپنے بچوں کو منتقل کرتی ہیں جبکہ مسلمان خواتین کیریئر کے بھوت کو اپنے سر پر سوار کر کے اپنے بچوں کو اپنا دودھ پلانے کی بجائے ڈبے کا دودھ (فارمولا دودھ) پلاتی ہیں اور آج مسلمان ممالک اپنے یہودی ہمسائے

(1) Blum, Deborah (1996). Is Mother's milk key to child's growth, future? Sacramento Bee July 8, A 1

امراض سے محفوظ رکھتا ہے ہیں۔

ماں کے دودھ کے دیگر سائنسی فوائد

تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ ماں کے دودھ کے بے شمار فوائد ہیں مثلاً:

- ڈبے کا دودھ پینے والے بچوں میں دست کی بیماری ماں کا دودھ پینے والے بچوں کے مقابلے میں دس سے چار گنا زیادہ ہوتی ہے۔
- بوتل کا دودھ پینے والے بچوں میں گردن توڑ بخار (meningitis) کے امکانات چار گنا زیادہ ہوتے ہیں۔
- بوتل کا دودھ پینے والے بچوں کو جلدی امراض (Skin Allergies) ماں کا دودھ پینے والے بچوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہیں۔
- ماں کے دودھ میں جسم کی دفاعی افواج (Antibodies) ہوتی ہیں جنہیں خود سے بنانے کی نومولود میں پہلے ایک سال تک صلاحیت نہیں ہوتی۔
- ماں کے دودھ کے ایک قطرے میں دس لاکھ سفید خلیات (W.B.C.s) ہوتے ہیں جو کہ بچے کے جسم میں بیکٹیریا اور وائرس کا مقابلہ کرتے ہیں۔
- Breast Milk میں کولیسٹرول بہت مقدار میں ہوتا ہے جب کہ پوڈر کے دودھ میں یہ بالکل نہیں ہوتا۔ یہ بچے کے ذہن اور اعصاب کی نشوونما میں مددگار ہوتا ہے۔
- بوتل کا دودھ پینے والے بچے Breast fed بچوں کے مقابلے میں ہسپتال میں چودہ گنا زیادہ داخل ہوتے ہیں۔
- Breast fed بچوں کے مسوڑھے اور دانت زیادہ متناسب اور مضبوط ہوتے ہیں کیونکہ ماں کا دودھ پینے میں نومولود کو اپنے جبڑوں اور مسوڑھوں کو زیادہ کام میں لانا پڑتا ہے۔

نسبت بوتل کا دودھ پینے سے جو کہ بہت آسان ہوتا ہے مگر دوررس نقصانات کا حامل ہوتا ہے۔

ماؤں کے لیے فوائد

Breast feeding کے ماؤں کے لیے بھی بے شمار فوائد ہوتے ہیں مثلاً

☆ بچے کے دودھ پینے کے دوران ماں کے جسم میں (Oxytocin) نامی ہارمون نکلتا ہے جو انہیں مستقبل میں رحم کی بیماریوں سے بچاتا ہے۔

☆ ایسی ماؤں کو عموماً بڑھا وزن کم کرنے کی فکر نہیں رہتی۔

☆ ماؤں کا وقت بچتا ہے۔ انہیں کچن میں بوتلیں اور نپل دھونے یا دودھ تیار کرنے میں وقت نہیں ضائع کرنا پڑتا اور نہ ہی آدھی رات کو اٹھ کر بچے کے لیے دودھ تیار کرنا پڑتا ہے

☆ "American Cancer Society" اور امریکہ کے نیشنل کینسر انسٹیٹیوٹ کی رپورٹ کے مطابق Breast Cancer ان خواتین کو زیادہ ہوتا ہے جو بچوں کو دودھ نہیں پلاتیں۔ سائنسی ریسرچ سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ جو مائیں لمبے عرصے تک (مثلاً دو سال تک) بچوں کو دودھ پلاتی ہیں ان میں کینسر ہونے کا امکان انتہائی کم ہوتا ہے۔

☆ پیسے کی بچت ہوتی ہے۔ نہ صرف فارمولا دودھ کا خرچ بچتا ہے بلکہ دوبارہ جب بچے بیمار ہوتے ہیں تو ڈاکٹروں کے کلینک کے چکروں میں بھی کافی پیسہ برباد ہوتا ہے۔

☆ امریکن محقق جوزف چلٹن پیرس کی تحقیق کے مطابق Breastfeeding سے نہ صرف بچے کی ذہانت میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ ماں کی ذہانت اور پختگی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ (1)

زود پشیماں انسانیت

قرآن نے 1400 سال پہلے بچے کو دو سال تک ماں کا دودھ پلانے کا حکم دیا۔ آج

(1) Pearce, Joseph Chilton (1992) Evolution's End. San Francisco, Harper

انسانیت عرصے تک غور کریں کہ کہاں نتیجہ پر پہنچی ہے۔ امریکن ڈاکٹر جیک نیو مین (ایم ڈی) نے Scientific American کے دسمبر 1995ء کے شمارے میں لکھا ہے

"کیونکہ صنعتی معاشروں میں بچوں کو پاؤڈر کا دودھ پلایا جاتا ہے جبکہ Unicef اور ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (WHO) دونوں یہ نصیحت کرتی ہیں کہ بچے کو دو سال یا اس سے زیادہ مدت تک اپنی ماں کا دودھ پلایا جائے۔ بے شک بچے کے جسم کا دفاعی نظام 2 سال کی عمر تک مضبوط نہیں ہوتا"۔ (1)

اسی طرح (American Academy of Pediatrics) سب لوگوں کو یہ تلقین کرتی ہے کہ بچے کو ایک سال تک Breastfeeding کی جائے اور اگر اس سے بھی زیادہ مدت تک ہو تو بہتر ہے۔

پاؤڈر کے دودھ کی تباہی

نیسلے (Nestle) کمپنی کے نام سے کون واقف نہیں۔ دیگر مصنوعات مثلاً چاکلیٹ وغیرہ کے علاوہ ان کی ایک بڑی پراڈکٹ بچوں کے لیے پاؤڈر کا دودھ بھی ہے۔ یہ لوگ افریقہ کے غریب ممالک میں دودھ پلانے والی عورتوں کو پہلے مفت ڈبے کا دودھ تقسیم کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے بچوں کو پلائیں۔ جب وہ تین ہفتوں تک سادہ لوح مائیں اپنے بچوں کو ڈبے کا دودھ پلاتی رہتی ہیں تو اتنے عرصے میں ان کا اپنا دودھ خشک ہو چکا ہوتا ہے۔ پھر جب یہ مائیں Nestle والوں سے مزید مفت دودھ کے ڈبوں کا مطالبہ کرتی ہیں تو نیسلے والے ان کو مفت دودھ دینے سے انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہیں اب یہ ڈبے خریدنے پڑیں گے۔ ان عورتوں کے اندر نہ اپنا دودھ رہا ہوتا ہے کہ اپنے بچوں کو پلائیں اور نہ ہی مزید ڈبے کا دودھ خریدنے کی سکت

---

(1) Newman, Jack (1995). "How Breast Milk Protects Newborns" Scientific American (December issue)

باقی رہتی ہے۔

اسی طرح مسلمان ممالک میں کچھ ڈاکٹروں کو خشک دودھ کی کمپنیاں کمیشن دیتی ہیں اور بچے کی پیدائش پر یہ ڈاکٹر ماؤں کو دودھ کے کچھ پیک مفت دیتے ہیں اور تلقین کرتے ہیں کہ فارمولا دودھ میں غذائیت زیادہ ہوتی ہے۔ جب چھوٹے بچے کو بوتل سے دودھ دیا جاتا ہے تو چونکہ بوتل سے دودھ پینا آسان ہوتا ہے اس لیے بچے کو اس کی چاٹ لگ جاتی ہے اور وہ پھر ماں کا دودھ پینے پر راضی نہیں ہوتا۔

بے اولاد دجال - ماں کی محبت کا دشمن!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح مسلم کی ایک حدیث میں فرمایا کہ دجال بے اولاد ہوگا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ ماں کی محبت کا سخت دشمن ہوگا۔ دجالی تہذیب میں ماں کی اپنے بچے کے لیے محبت کی کوئی جگہ نہیں کیونکہ ماں کی صحیح تربیت سے انسان میں انسانیت آتی ہے۔ امریکہ کے انسٹیٹیوٹ آف ہیومنسٹک سائنس کے سائنسدان جیمس پریسکاٹ (James W. Prescott, Ph.D.) نے عرصے کی سائنسی تحقیق سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جن لوگوں نے دو سال یا اس سے زیادہ ماں کا دودھ نہیں پیا ہوتا ان کی شخصیت میں ایسی کمی رہ جاتی ہے کہ وہ سوسائٹی میں مختلف جرائم کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ ڈاکٹر پریسکاٹ نے تو امریکہ کی جیل کے نظام والوں کو چیلنج کیا ہے کہ وہ کوئی ایک بھی مجرم (قاتل، نشہ کرنے والا، چور وغیرہ) اپنی جیلوں میں ایسا ڈھونڈ کر دکھائیں جس کو اس کی ماں نے دو سال یا اس سے کم اپنا دودھ پلایا ہو۔ مگر وہ ایسی مثال پیش نہیں کر سکیں گے۔ (1)

ماضی قریب میں دوسری وباؤں کی طرح یہ وبا بھی مسلمانوں میں بہت تیزی سے پھیلی

(1) Prescott, James W. (Spring 1997). "Breastfeeding: Brain Nutrients in Brain Development for Human Love and Peace" Touch the Future Newsletter

اور ماڈرن ازم کے سیلاب کے زیر اثر Breast feeding کو دقیانوسیت (Backwardness) اور ان پڑھ ہونے کی نشانی سمجھا جانے لگا۔ جبکہ Bottle feeding کو اونچی سوسائٹی کی علامت۔ حالانکہ جدید سائنسی تحقیق اور مغربی سوسائٹی کے دانشوروں کے مطابق حقیقت وہی ہے جو قرآن نے ۱۴۰۰ سال پہلے بیان کر دی تھی۔ اب مغرب کی تقلید میں ہمارا جدید طبقہ آہستہ آہستہ ماں کے دودھ کی اہمیت کو سمجھ کر واپس آ رہا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہم خدا کی دی ہوئی ہدایت کا براہ راست فائدہ کیوں نہیں اٹھاتے جو مغرب اپنی تحقیق کے ذریعے بعد از ان اصولوں کو اپنا رہا ہے جو اسلام کے دیئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں باتوں کی گہرائی تک پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اقبال نے کیا صحیح ہی کہا تھا۔

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

مخلوط تعلیم کا زہر

جب مسلمانوں کا دورِ عروج تھا تو غیر مسلم طلباء ترکی، ہسپانیہ اور مصر کی اسلامی یونیورسٹیوں میں علم حاصل کرنے آتے تھے اور مسلمان تہذیب کی ہر چیز کی نقالی کرتے تھے۔ راجر بیکن (آکسفورڈ یونیورسٹی کا بانی) مسلم یونیورسٹیوں سے پڑھ کر جب برطانیہ واپس گیا تو مسلمانوں کی طرح کے گاؤن میں ملبوس رہتا تھا اور عربی کتابیں پڑھتا تھا حتیٰ کہ کئی عیسائی اسے نفرت سے محمد بیکن کہنے لگ گئے۔ پھر مسلمانوں کا دورِ زوال شروع ہوا۔ امریکہ کے یہودی مفکر اور پروفیسر نیل پوسٹ مین کے بقول برطانیہ کا طریقِ حکومت یہ تھا کہ پہلے وہ کسی ملک میں اپنی بحری فوج بھیجتے تھے، پھر بری فوج، پھر انتظامیہ، پھر اس ملک میں اپنا تعلیمی نظام نافذ کر کے اس ملک کو سیاسی آزادی (لیکن ذہنی غلامی) عطا کر دیتے تھے۔ اس طریقے سے برطانیہ نے مسلمان ممالک پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں کی یونیورسٹیوں اور اسلامی سکولوں کو قابلِ عمل بنایا جو ترکی کی جامعہ یوسفیہ آخری درسگاہ تھی جس پر برطانیہ نے اپنا تیشہ چلایا۔ اس کے بعد سے مسلمان ممالک میں اسکولوں اور کالجوں کا ایسا جال پھیل گیا جن کی بنیاد برطانوی نظامِ تعلیم تھی۔ ان اسکولوں اور کالجوں میں وہ تمام بیماریاں جلد یا بدیر پرورش پا گئیں جو برطانوی اور پھر امریکی اسکولوں میں تھیں۔ انہی بیماریوں میں سے ایک بیماری مخلوط تعلیم (Co-education) کی ہے یعنی لڑکوں اور لڑکیوں کو کلاس میں ساتھ پڑھایا جانا۔ اس باب میں مخلوط تعلیم کے زہر آلود اثرات اور

غیر مخلوط تعلیم (Single- Sex Education) کے ثمرات پر مذہب اور سائنس کی روشنی میں بحث کی جائے گی۔

اسلام مخلوط تعلیم کے خلاف ہے

اسلام نے مسلمانوں کو ایک اعلیٰ اور جامع نظام معاشرت دیا ہے جس میں مخلوط محفلوں کی اجازت نہیں۔ اسلام ایک حقیقت پسند مذہب ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ اسلام یہ جانتا ہے کہ اگر سوسائٹی میں مردوں اور عورتوں کا آزادانہ اختلاط ہوگا تو اس کے نتیجے میں وہ تمام اخلاقی برائیاں جنم لیتی ہیں جن کا خمیازہ دوسرے مذاہب والے اور مغربی ممالک والے بھگت رہے ہیں۔ سورہ النور میں مسلمان مردوں اور عورتوں کو اللہ نے حکم دیا ہے :

مومنوں کو ہدایت کرو کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنی عفت کی حفاظت کریں اور مومنہ عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عفت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کی چیزوں کا اظہار نہ کریں۔ (سورہ النور : آیت : 31 ,30)

اس کے بعد سورہ النور میں عورت کے گھر کے اندر کے پردے کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ اسی طرح سورہ الاحزاب میں خواتین کے لئے باہر کے پردے کے احکامات تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ اسی طرح سورہ الاسراء میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم کر کے کہ

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا

(سورہ الاسراء آیت: 32)

(یعنی زنا (اور اس کے اسباب) کے قریب بھی نہ جاؤ کہ بے شک وہ فحش اور بہت ہی برا راستہ ہے) اس حکم سے نفس انسانی اور مخلوط محفلوں (Mix Gathering) کے سب چور دروازے بند کر دیے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک انسانی تاریخ کے سب سے کامیاب ٹیچر اور پروفیسر تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طالب علموں کو پڑھانے کا طریقہ غیر مخلوط تعلیم پر مشتمل تھا حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے اصحاب صفہ (جو مرد طالب علموں پر مشتمل تھے) کی تعلیم کے لیے علیحدہ دن مقرر کیے ہوئے تھے اور خواتین کی تعلیم کے لیے علیحدہ دن۔ حضرت عائشہؓ جو امت کی ماں ہیں ان کا طریقہ تعلیم بھی ایسا تھا کہ وہ مردوں کو تعلیم پردے کے پیچھے سے دیتی تھیں۔ اسلام کی پوری تاریخ میں دیکھیں ان کی درسگاہیں لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے علیحدہ ہوا کرتی تھیں اور یونیورسٹی لیول تک علیحدہ ہی ہوتی تھیں۔

مخلوط تعلیم تو دراصل مغربی تعلیمی نظام کی رہین منت ہے۔ اس کی ابتداء 1900 کے اوائل میں ہوئی اور 1950ء کی دہائی میں تحریک نسواں کے علمبرداروں (Feminists) نے اس طرز تعلیم کو وسیع پیمانے پر عام کرنے کی کوشش کی تاکہ عورتیں نہ صرف باہر مردوں کے شانہ بشانہ چل سکیں بلکہ اسکولوں اور کالجوں میں بھی مردوں کے شانہ بشانہ بیٹھ سکیں۔ تحریک نسواں کے علمبرداروں کی معنوی اولاد یعنی NGOs نے آج کل اس کام کا بیڑا اُٹھایا ہوا ہے۔ سمجھ نہیں آتی کہ تحریک نسواں میں صرف نام کا نسواں ہے ورنہ ان کا مقصد ہر میدان میں عورت کو بے پردہ کر کے مردوں کے شانہ بشانہ کھڑا کر کے اس کی نسوانیت کو ختم کرنا ہے۔ پچھلے 30 سالوں میں مغرب میں مخلوط تعلیم کی پے در پے ناکامیوں کو دیکھ کر یہاں کے ارباب فکر ونظر نے اب غیر مخلوط تعلیم (Single- Sex Education) کی صدا بلند کی ہے اور بہت زور سے کی ہے

مخلوط تعلیم کے نفسیاتی نقصانات

لڑکوں اور لڑکیوں کا ایک کلاس میں جمع ہونا نفسیاتی اور حیاتیاتی (Biological) لحاظ سے تباہ کن ہوتا ہے۔ مشہور محدث اور عالم اسلام امام ابن حزم (المتوفی 456 ہجری) اپنی کتاب طوق الحمامہ میں (جو کہ مردوں اور عورتوں کی نفسیات پر لکھی گئی ہے) بیان کرتے ہیں:

"میں واشگاف الفاظ میں آپ کو ایک بات بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر مرد یہ محسوس کرے کہ وہاں پر کوئی نامحرم عورتیں موجود ہیں جو اس کی باتیں سن رہی ہیں تو اس سے غیر معمولی اور خلاف دستور قول و حرکات صادر ہوتی ہیں اور وہ ایسی باتیں کرتا ہے جس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح کی حرکات عورتوں سے نامحرم مردوں کی موجودگی میں صادر ہوتی ہیں"۔ (1)

امریکی مفکر اور سوشل سائنسدان جورج گلڈر جس کی قابلیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ سابق امریکی صدر رونلڈ ریگن کا دست راست تھا، اپنی کتاب Men & Marriage میں لکھتا ہے کہ مخلوط تعلیم عمر بڑھنے کا اور لڑکیاں جلدی بالغ ہو جاتے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ بلوغت کے وقت لڑکوں کے جسم میں مردانہ ہارمون Testosterone عام حالات کے مقابلے میں دس سے بیس گنا زیادہ پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ شدید نفسیاتی اور جنسی ہیجان کا شکار ہوتے ہیں۔ لڑکیوں میں زنانہ ہارمونز Progesterone اور Estrogens کی وجہ سے بلوغت کے دور میں سستی اور ڈپریشن عام ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں ان کی اکثریت جنس مخالف کے متعلق ہی سوچتی رہتی ہے۔ پھر جورج گلڈر لکھتا ہے۔

"If you do not believe this, you are a dreamer " (2)

(اگر آپ لوگ اس بات کو نہیں مانتے تو آپ خوابوں کی دنیا میں بس رہے ہیں)۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھی مردوں عورتوں کے احساسات یہی رہتے ہیں۔ سکولوں اور کالجوں میں جہاں مخلوط تعلیم ہے وہاں معاشقے، پسند کی شادیاں (Love Marriages) اور گھر سے بھاگنے کے واقعات اسی ماحول کا نتیجہ

---

(1) طوق الحمامہ امام ابن حزم الاندلسی، مطبوعہ القاہرہ، المکتبہ التجاریۃ الکبری

(2) Gilder, George (2001) Men and Marriage. Louisiana, Pelican Publishing Company

ہوتے ہیں

لڑکوں اور لڑکیوں کے دماغ کی ساخت میں فرق

بچے کی پیدائش سے بھی پہلے حمل کے دوران ہارمونز (ماں کے جسم کے کیمیائی مادوں) کے اثرات کے نتیجے میں لڑکے اور لڑکی کے دماغ بالکل مختلف انداز سے بنتے ہیں اور یہ تبدیلی مستقل ہوتی ہے (بحوالہ رسالہ Prenata Diagnosis 2001,vol 21)
سائنسدانوں کے ایک گروپ نے چھوٹے بچوں کے دماغوں کے ٹشوز کا تقابل کیا تو انہوں نے لڑکوں اور لڑکیوں کے دماغوں میں واضح فرق پایا (بحوالہ Developmental Brain Research) اس تحقیق کی سربراہ ایک خاتون سائنسدان ڈاکٹر ماریا کورڈیرو ہے
اسی طرح رٹگرز یونیورسٹی کی خاتون سائنسدان ڈاکٹر ٹریسی شورز {Dr. Tracey Shores) اور معاون سائنسدانوں نے مردانہ اور زنانہ دماغوں پر ایک ریسرچ کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مردانہ دماغ کی ساخت کچھ ایسی واقع ہوتی ہے کہ جب اس پر کسی قسم کا دباؤ (Stress) ہو تو اس کے سیکھنے کی صلاحیت بڑھتی ہے جبکہ زنانہ دماغ اس کے بالکل الٹ واقع ہوا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ لڑکوں کو پڑھائی میں غیر محفوظ اور ٹینشن والا ماحول درکار ہوتا ہے تاکہ ان کی صلاحیتیں نکھر سکیں جبکہ لڑکیوں کو پڑھائی کے لیے نرم ماحول کی ضرورت ہوتی ہے۔
یہ اس لیے بھی اہم ہے کہ لڑکیاں چاہے چھوٹی ہوں یا بڑی اپنی استاد کے چہرے کے تاثرات اور خفگی کے آثار کو بہت آسانی کے ساتھ پڑھ سکتی یعنی Face Reading کر لیتی ہیں۔ جبکہ جدید سائنسی تحقیق کے مطابق لڑکے اس صلاحیت سے اکثر عاری ہوتے ہیں اس لیے انہیں ڈانٹنا پڑتا ہے۔

لڑکوں اور لڑکیوں کے علم سیکھنے کے انداز میں فرق

امریکہ کی مشہور جامعہ ورجینیا ٹیک یونیورسٹی (Virginia Tech) کی خاتون

سائنسدان ڈاکٹر ہیریٹ (Dr. Harriot Hanlon) نے ایک تحقیق میں دو ماہ سے 16 برس کی عمر کے 284 لڑکوں اور 224 لڑکیوں کے دماغوں کی کارکردگی (Brain Activity) کا مشاہدہ کیا۔ اور اس نتیجے پر پہنچی کہ لڑکیوں کے دماغ کے وہ حصے جن کا تعلق زبان دانی (Language) سے ہوتا ہے، وہ لڑکوں سے 6 برس زیادہ ترقی یافتہ ہوتے ہیں اور لڑکوں کی جہتی یادداشت (Spatial Memory) لڑکیوں سے چار برس زیادہ Advance ہوتی ہے۔ اسی لیے لڑکے اور لڑکیاں Language، حساب اور جغرافیہ بالکل مختلف انداز میں سیکھتے ہیں۔ ہاتھوں کی باریک حرکت (Digital Coordination) یعنی پنسل پکڑنے اور اچھی لکھائی میں لڑکے لڑکیوں سے قدرے دیر سے مہارت حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ لڑکوں کی انگلیوں میں Nerves لڑکیوں کے مقابلے میں دیر سے نشوونما پاتی ہیں۔ لڑکوں اور لڑکیوں میں یہ فرق وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتے ہیں بالخصوص مخلوط تعلیم میں۔ ایسے حالات میں دونوں جنسوں کو کیسے ایک کلاس میں ساتھ بٹھا کر پڑھایا جا سکتا ہے۔

لڑکوں اور لڑکیوں کی قوتِ سماعت میں فرق

پچھلے 40 سالوں کی سائنسی تحقیق کے مطابق لڑکیوں کی قوتِ سماعت لڑکوں کے مقابلے میں بچپن ہی سے تقریباً چار گنا بہتر ہوتی ہے۔ (مثلاً خاتون سائنسدان جین کیسڈی اور کیرن ڈٹی (پی ایچ ڈی) کی تحقیق جو (Journal of Music Therapy) 2001 میں چھپی۔ قوتِ سماعت کا یہ فرق لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم میں دوررس اثرات کا حامل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک مخلوط کلاس جس میں لڑکیاں آگے بیٹھی ہوتی ہیں اور لڑکے پیچھے، اگر ٹیچر آہستہ آواز میں لیکچر دے تو آخری صفوں میں بیٹھے لڑکے اپنی شرارتوں میں مشغول ہوں گے کیونکہ انہیں ٹیچر کی آواز ہی نہیں آ رہی ہوگی۔ اس کے برعکس اگر ٹیچر زوردار

آواز میں لیکچر دے تاکہ سب لڑکوں تک آواز پہنچے تو آگے بیٹھی ہوئی لڑکیاں جن کی قوت سماعت پہلے ہی لڑکوں سے چار گنا زیادہ ہوتی ہے۔ انہیں ایسا محسوس ہوگا کہ ٹیچر کی آواز ان کے کان پھاڑ رہی ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی قوت سماعت کے اس پیدائشی فرق کی وجہ سے دونوں کی تعلیم کا واحد حل دونوں جنسوں کی علیحدہ علیحدہ کلاسیں ہیں۔

مخلوط تعلیم کے دور رس زہریلے نتائج

کوایجوکیشن کے مسئلے پر امریکہ کے نہایت موقر جریدے Business Week کے 26 مئی 2003ء کے شمارے میں ایک مضمون چھپا تھا۔ جس کا عنوان تھا The New Gender Gap! اس مضمون کی مصنفہ ایک خاتون صحافی ہیں جن کا نام مشال کونلن (Michel e Conlin) ہے۔ مشال نے بتایا ہے کہ مخلوط تعلیم کی وجہ سے پچھلے 20 سالوں کے مقابلے میں تعلیم کے میدان میں مردوں کی تعلیم اور قابلیت میں دن بدن کمی واقع ہوتی جا رہی ہے۔ مغربی ممالک میں لڑکوں کی بڑی تعداد سکولوں کے بعد کالجوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ مخلوط تعلیم میں لڑکوں کو غیر فطری اور اکثر اوقات زنانہ ماحول میں تعلیم دی جاتی ہے جس کی وجہ سے کئی لڑکے اس ماحول سے مایوس ہو کر سوسائٹی میں ناجائز طریقوں سے مثلاً جرائم کر کے اپنی مردانگی دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ سال 1970ء کے بعد سے جیسے جیسے امریکہ میں مخلوط تعلیم کے سکولوں میں اضافہ ہوا ہے اسی طرح نوجوان لڑکوں کی خودکشی کرنے کی شرح میں بھی 3 گنا اضافہ ہوا ہے۔

Co-education میں جب ٹیچر یہ دیکھتے ہیں کہ لڑکے لڑکیوں کے مقابلے میں ایک جگہ ٹک کر بیٹھ کر پڑھائی نہیں کر سکتے تو انہیں توجہ مرکوز نہ کر سکنے کی بیماری (Attention Deficit Syndrome) کا مریض قرار دے کر انہیں Ritalin دوائی دینا شروع کر دیتے ہیں جبکہ ایسی صورت میں پاکستان کے کوایجوکیشن سکولوں میں ایسے لڑکوں کی

جانوروں کی طرح ہانکی جاتی ہے۔ امریکہ جو اس وقت مخلوط تعلیم کا امام ہے (اور پاکستان کا حاکم طبقہ جس کی پیروی کا خواہاں ہے) وہاں پوری دنیا کی 80% ریٹالین (Ritalin) بچوں کو "ADS" کا مریض قرار دے کر استعمال کروائی جاتی ہے حالانکہ یہ بیماری حقیقت میں بچوں میں نہیں بلکہ تعلیمی نظام میں ہے۔

غیر مخلوط تعلیم کی کامیابی کا عملی ثبوت

جن لوگوں نے زمانے کی ٹھوکریں کھانے کے بعد اب اسلام کے غیر مخلوط نظام تعلیم (Single-Sex Educational System) کو آزمایا ہے، انہوں نے اس کے ثمرات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ امریکہ کی ریاست واشنگٹن کے شہر سی ایٹل (Seattle) کے ایک اسکول کے پرنسپل بینجمن رائٹ نے اپنے اسکول کو جو پہلے (Co-education) پر مبنی تھا تبدیل کر کے غیر مخلوط کلاسز اسکول بنا دیا یعنی لڑکوں اور لڑکیوں کی کلاسیں علیحدہ علیحدہ کر دیں۔ مسٹر رائٹ نے بتایا کہ پہلے مخلوط تعلیم کے ماحول میں ہم اساتذہ کا زیادہ وقت لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان ہونے والے چھیڑ چھاڑ کے مسائل سلجھانے میں لگتا تھا۔ اب غیر مخلوط ماحول میں ہم فی الحقیقت بچوں کو علم سکھا رہے ہیں۔ 2002ء میں ریاست واشنگٹن میں ہونے والے امتحانات میں ہمارے سکول کے لڑکے جو پہلے مخلوط تعلیم کی وجہ سے 10 فیصد نمبر لیتے تھے اب ان کے سکور 73 فیصد تک پہنچ گئے ہیں اور یہ حیران کن کامیابی ہے۔

جمیکا امریکہ کے قریب واقع ایک ملک ہے وہاں پر غیر مخلوط تعلیم عام ہے۔ وہاں پر ایک سروے کے مطابق کالجوں میں لڑکیاں حساب اور سائنس میں ان لڑکیوں سے زیادہ اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتی ہیں جو لڑکیاں جمیکا کے Co-education کالجوں میں زیر تعلیم ہیں۔ اسی طرح کی تحقیق لاری اور براؤن نے 284 طالب علموں پر برطانیہ میں کی جو کہ

(British Journal of Education Psychology) کے 1992ء کے شمارے میں چھپی۔

جولائی 2003ء میں آسٹریلیا کے شہر سڈنی میں تعلیم کے ماہرین کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں سنگل سیکس سکولوں کی اہمیت کے حق میں دلائل پیش کیے گئے تھے۔ اس کانفرنس میں ڈاکٹر برین کوک، جو کہ گولڈ کوسٹ کے ساؤتھ پورٹ سکول کے پرنسپل بھی ہیں، نے مجمع کو اپنا تجربہ اور مشاہدہ بتایا کہ غیر مخلوط اسکولوں سے پڑھے ہوئے لڑکے مستقبل میں زیادہ اچھے شوہر ثابت ہوتے ہیں کیونکہ اسکول اور کالج میں لڑکیوں کی سنگت موجود نہ ہونے کی وجہ سے انہیں رعب اور مردانگی کا مصنوعی خول نہیں چڑھانا پڑتا۔

اسی طرح مشہور مغربی مورخ سٹیون میلز (Steven Miles) نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ وہ ایک شرمیلی طبیعت کا انسان تھا اور چونکہ وہ غیر مخلوط اسکول میں گیا اسی لیے اس کی صلاحیتیں نکھر سکیں اور بالآخر اس نے تاریخ (History) میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

کینیڈا کے صوبے میں مانٹریال کے سب سے بڑے اخبار The Montreal Gazette میں اکتوبر 1999ء میں ایک رپورٹ شائع ہوئی تھی جس کا عنوان تھا:

"Let's separate boys, girls in classes"

اس رپورٹ میں صوبے کیوبک کی تعلیمی کونسل کی تحقیق اور حکومت کو سفارش کا ذکر تھا کہ مخلوط تعلیم ختم کی جائے اور دوبارہ اسکولوں کو ویسا ہی بنایا جائے جیسے وہ 1940ء کی دہائی تک تھے جب اسکولوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کے داخلے کے دروازے بھی علیحدہ ہوتے تھے۔ اس تعلیمی کونسل کی سربراہ ایک خاتون سیلین پیئر (Celine Pierre) تھی۔ یہ انہی کے الفاظ ہیں:

"اس بات کا ثبوت وافر مقدار میں موجود ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں بالکل مختلف انداز میں علم حاصل کرتے ہیں۔"

سیلین نے مزید کہا کہ تعلیم غیر مخلوط (Separate) ہونی چاہیے ورنہ لڑکے اور لڑکیاں دونوں پڑھائی میں کمزور ہوتے چلے جائیں گے اور اس کا خمیازہ مستقبل میں کیوبیک (Quebec) کے معاشرے کو بھگتنا پڑے گا۔

قصہ مختصر یہ کہ مخلوط تعلیم فطرت کے بھی خلاف ہے اور اسلام کے بھی خلاف ہے۔ اقبالؒ کا اشارہ شاید مخلوط تعلیم ہی کی طرف تھا جب انہوں نے کہا تھا ۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت

شیطانی روشنی بمقابلہ رحمانی روشنی

ہر انسانی بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور وہ مسلمان ہوتا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اُس کے ماں باپ اُسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم عن ابی ہریرہ)

فِطْرَۃ عربی کا لفظ ہے۔ امام راغب اصفہانی "معردات القرآن" میں اس لفظ کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

"فطرت سے اُس معرفتِ الٰہی کی طرف اشارہ ہے جو تخلیقی طور پر انسان کے اندر ودیعت کی گئی۔ پس فطرۃ اللہ سے مراد معرفتِ الٰہی کی استعداد ہے جو انسان کی جبلت میں پائی جاتی ہے"

چنانچہ اس کی تشریح میں امام راغب اصفہانی قرآن کی آیت پیش کرتے ہیں۔

فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِی فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ﴾ (سورہ روم آیت 30)

"اور جس فطرت پر لوگوں کو خدا نے پیدا کیا ہے اس کو اختیار کیے رہو۔"

اسی طرح سورہ یٰسین میں بستی کے قصے میں جس شخص کو اس کی قوم نے شہید کر دیا تھا، اُس شخص نے اپنی قوم سے کہا تھا

﴿ وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾

"آخر کیوں نہ میں اُس ہستی کی بندگی کروں جس نے مجھے فطرت سلیم پر پیدا کیا اور جس کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے" (سورہ یٰسین: آیت 22)

انگریزی زبان میں لفظ "فطرۃ" کا متبادل لفظ Primordial Nature یا Aboriginal Nature ہے۔ عیسائیت کے عقیدے کے مطابق ہر انسان گناہ (Original Sin) کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف اسلام کے مطابق ہر بچہ فطرت سلیم کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ پھر ماحول کے برے اثرات اس پر پہلا یا دوسرا رنگ چڑھا دیتے ہیں۔

مسلمان فلسفی ابن طفیل (المتوفی 1185ء) نے کئی صدیاں پہلے ایک ناول لکھا تھا جس کا عنوان تھا حیی بن یقظان۔ اس ناول میں ابن طفیل نے ایک بچے کے متعلق لکھا جس کو سمندر کی لہروں نے ایک جزیرے پر پہنچا دیا تھا جبکہ اس کے ماں باپ طوفان میں ڈوب گئے تھے۔ اس بچے کو ایک ہرنی نے دودھ پلایا اور اس نے دنیا سے کٹ کر پرورش پائی۔ جب وہ بچہ جوان ہوا تو اس نے اپنی فطرۃ کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے قدرتی مخلوقات کا مطالعہ کیا اور بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اس کائنات کا خدا ایک ہے جو اس کا خالق و مالک ہے۔ یہ دلچسپ بات ہے کہ انگریز مفکر Daniel DeFoe نے اپنے ناول "Robinson Cruso" کا تمام تر پلاٹ ابن طفیل کے ناول سے اخذ کیا تھا اور اس بات کا اعتراف مورخ فلپ حتی نے تاریخ عرب میں کیا ہے۔

آج بھی آسٹریلیا کے وحشی قبائل (Aboriginals) جو دنیا سے کٹے ہوئے ہیں، ان کی فطرۃ محفوظ ہے اور ان میں کچھ لوگوں میں فطرت والی صفات جیسے داڑھی رکھنا، ناخن ترشوانا وغیرہ موجود ہیں۔ شیطان کو ان کی فطرت سلیم ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ جب شیطان کو

جنت سے نکلنے کا حکم الٰہی ہوا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کیا:

﴿وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ (سورۃ النساء آیت 119)

"اور میں انھیں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے خدائی ساخت (فطرت) میں ردو بدل کریں گے"

یہی وجہ ہے کہ دجالی نظام کا نشانہ انسانی فطرت ہوتی ہے جس کو وہ تباہ کر کے رکھ دیتا ہے۔ یہ نظام بچے سے اس کا بچپن چھین کر اس کو بہت جلد بالغ کر دیتا ہے۔ عورت کو ان خدمات سے منحرف کر کے جو فطرت نے اس کے سپرد کی ہیں، اسے تمدن کے ان شعبوں میں گھسیٹ لاتا ہے جن کے لیے مرد کو پیدا کیا گیا ہے۔ مرد سے اس کی قوامیت اور حاکمیت کی صفات چھین کر اس کو بے غیرت اور دو پے کا غلام بنا دیتا ہے۔ غرض کہ آج کل گھر کا ماحول جا ہے اسلامی ہو لیکن ٹی وی، کیبل، ڈش اور انٹرنیٹ نے دجال کے ایجنٹوں کے طور پر گھر گھر میں گھس کر انسانوں کی فطرت سلیم کو تباہ کر دیا ہے۔

انسان میں روشنی کی فطری طلب

انسان جسے خاک سے پیدا کیا گیا ہے اس کے اندر اللہ نے روشنی کے لیے فطری کشش رکھ دی ہے۔ اسی لیے انسان اندھیروں سے گھبراتا ہے۔ امریکی سائنسدان جان این آٹ (JohnN.Ott) نے اپنی کتاب (Health & Light) میں سائنسی تجربات سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ روشنی انسان کے وجود کے لیے لازمی شے ہے اور روشنی کی حیثیت انسان کے لیے خوراک کی طرح ہے۔ جان آٹ کے مطابق جس طرح بری خوراک ہمیں بیمار کر دیتی ہے، اسی طرح غلط قسم کی روشنی بھی ہماری صحت پر برے اثرات مرتب کرتی ہے۔ (1)

---

(1) Ott, John N (1977) Health and Light The Effects of Natural and Artificial Light on Man New York Pocket Books.

یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ شام کو غروب آفتاب کا وقت انسان کے لیے اداسی اور نفسیاتی بے چینی کا وقت ہوتا ہے۔ اسی لیے ڈپریشن کے مریضوں کو شام کے وقت روشنی میں رہنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ قرآن نے غروب آفتاب کے وقت کی اداسی کا علاج اللہ کی تسبیح و ذکر بتایا ہے:

﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ﴾

(سورہ ق: آیت 39)

"اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہو طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے۔"

اللہ نے انسان میں روشنی کی محبت اس لیے رکھی ہے کہ مٹی سے بنے ہوئے انسان کامل اللہ سے محبت کرے کیونکہ قرآن کے مطابق:

﴿اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (سورہ نور۔35)

"اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے"

انسان کے خمیر میں روشنی کی محبت رکھنے کا مقصد یہ بھی ہے کہ وہ روحانی روشنی (Divine Light) یعنی وحی الٰہی سے استفادہ کر کے راہ راست پر آئے۔

شیطان کو انسان کی اس کمزوری کا علم تھا۔ اس لیے بیسویں صدی میں اس نے انسان پر شیطانی روشنی کا وار کیا جو ایسا کارگر ثابت ہوا کہ اس نے ہر گھر میں فتنہ پھیلا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا فتنہ دجال اتنا سخت ہوگا کہ تاریخ انسانی میں اس سے بڑا فتنہ کبھی ہوا نہ آئندہ ہوگا۔ (صحیح مسلم)

دجال کے ایجنٹوں نے جھوٹی روشنی کا سہارا لے کر انسانوں کی فطرت سلیم پر وار کیا۔ یہ انسان کی روشنی (Light) سے محبت کا نتیجہ ہے کہ لوگ ٹی وی، کیبل، ڈش یا کمپیوٹر کے

سامنے بالکل ہپناٹائز (hypnotize) ہو جاتے ہیں۔ بالخصوص بچے تو پلک بھی مشکل سے جھپکتے ہیں۔ اس حالت کو ماہرین نفسیات "Passive Receptive Mode" کہتے ہیں جس میں انسان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بالکل ماؤف ہو جاتی ہے اور اسے جو کچھ بھی پیش کی جائے اس کا ذہن اُسے بلا چوں و چرا قبول کر لیتا ہے۔ اسی چیز کو Indoctrination کہا جاتا ہے۔ اسی لیے آج ٹی وی اور انٹرنیٹ کو پروپیگنڈے کے آلے کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔

شیطانی روشنی مستعار ہوتی ہے

شیطان کو آگ سے تخلیق کیا گیا ہے۔ آگ کی روشنی اپنی نہیں ہوتی بلکہ مستعار ہوتی ہے۔ آگ کو جلنے اور روشنی پیدا کرنے کے لیے کسی ماخذ (Source) کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس رحمان کی روشنی (وحی اور ہدایت) کو کسی ماخذ (Source) کی حاجت نہیں ہوتی کیونکہ یہ Direct اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ رحمانی روشنی اپنی ذات میں اصل (genuine) ہوتی ہے۔ اس میں کوئی فریب یا دجل نہیں ہوتا۔ اسی روشنی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ﴾ (سورۃ المائدۃ: 16)

”اللہ کی طرف سے تمہارے پاس (حق کی) روشنی آ گئی اور ایک ایسی کتاب آ گئی جو روشن کتاب ہے“

اس مادی ترقی کے دور میں شیطان نے انسان کو اپنی دجالی روشنی یعنی ٹی وی اور کمپیوٹر سے گمراہ کرنا شروع کر دیا۔ اگر غور کریں تو ٹی وی اور کمپیوٹر سے روشنی کی جو شعاعیں نکلتی ہیں وہ آگ کی طرح کسی دوسرے ماخذ (Source) پر انحصار کر رہی ہوتی ہیں یعنی بجلی پر۔ کیونکہ

بظاہر انسان کو ایسا نظر نہیں آتا۔ اسی چیز کو دجل (دھوکہ) کہتے ہیں۔ انسان اس شیطانی روشنی کی طرف Attract ہو کر اپنی فطرۃ کو تباہ کر بیٹھتا ہے اور روحانی روشنی یعنی قرآن اور حدیث کی روشنی سے محروم ہو جاتا ہے۔

تصویر کا اصل رُخ

امریکی محقق جان این آٹ نے اپنی کتاب "Health & Light" میں ایسے سائنسی تجربات بیان کیے ہیں جو اس کی ریسرچ ٹیم نے پودے کے بیجوں (Bean Plant Seeds) اور چوہوں پر ٹی وی کی شعاعوں کے اثرات کے متعلق کیے تھے۔ اس کی تحقیقات کے مطابق جن پودوں کے بیجوں کو ٹی وی کے سامنے رکھا گیا تھا اُن کی نشوونما اور جڑوں کے سرے انتہائی غیر متوازن ہو گئے، بہ نسبت اُن بیجوں کے جن کو ٹی وی کی شعاعوں سے دور رکھا گیا۔ اِسی طرح چوہوں کے پنجرے کے پاس ٹی وی سیٹ رکھ کر چوہوں کی نشوونما (Growth) پر ٹی وی کی شعاعوں کے مضر اثرات کو جانچا گیا تو یہ مشاہدہ کیا گیا کہ چوہے پہلے بہت متحرک ہو گئے اور پھر آہستہ آہستہ سست پڑتے گئے اور پھر وہ تمام چوہے دس سے بارہ دنوں بعد مر گئے۔ جب جان آٹ کی لیبارٹری نے اُن مرے ہوئے چوہوں کے دماغوں کو خوردبین میں جانچا تو اُن کے دماغوں کے ٹشوز کو Damage پایا

24 اپریل 1970ء میں امریکی صحافی بین فنک (Ben Funk) کا مضمون بعنوان 'The Battle Against TV Radiation' ایسوسی ایٹڈ پریس میں چھپا تھا۔ اس مضمون میں فاضل صحافی نے ٹی وی سے نکلنے والی خطرناک شعاعوں کے نقصانات پر قلم اٹھایا تھا۔ اُس نے سائنسدان ڈاکٹر یومانز (Dr. H. D Youmans) کے حوالے سے یہ بھی بتایا کہ ہمیں یہ جان کر حیرانگی ہوئی کہ ٹی وی کی Vacuum ٹیوب سے نکلنے والی شعاعیں بہت شدید اور زیادہ اثر رکھتی ہیں۔ یہ شعاعیں جسم میں کئی انچ تک پیوست ہو جاتی ہیں جس طرح ایکسرے کی شعاعیں کرتی ہیں اور آنکھوں اور Bone Marrow میں

واقع ہوجاتی ہیں۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ خطرناک شعاعوں کے Bone Marrow
پر اثرات کے نتیجے میں انسانوں کو خون کے کینسر جیسی بیماریاں ہوتی ہیں۔ غور کیجئے تو یہی نقصانات
آج کمپیوٹر اور ویڈیو گیمز سے نکلنے والی شعاعوں سے مرتب ہوتے ہیں۔

اسی طرح سائنسی تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ حاملہ عورتیں جو کمپیوٹر پر زیادہ دیر تک بیٹھتی ہیں
ان کا اسقاط حمل (Miscarriage) ہوجاتا ہے۔

والٹ ڈزنی کے کارٹونوں کا اصل پیغام

دجالی روشنی کے زہریلے اثرات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ بچوں کے جنسی جذبات کو
ابھار کر کے ان کو جلد جوان کر دیتی ہے اور اس طریقے سے دجال کے ایک آنکھ والے ایجنٹ یعنی
ٹی وی، کمپیوٹر، انٹرنیٹ، کیبل، ڈش وغیرہ بچوں کی فطرت سلیم کو مسخ کر دیتے ہیں۔

آج دنیا میں والٹ ڈزنی (Walt Disney) کے نام سے کون واقف نہیں۔
اُسے شیطان کے ایجنٹوں نے بچوں سے محبت کرنے والا (Lover of Children)
کے نام سے بھی مشہور کیا ہوا ہے۔ لیکن بہت کم لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ
(Touchstone Productions) کی مشہور فلمی کمپنی جو کہ عریاں فلمیں
(Pornographic Movies) بناتی ہے، اس کا مالک بھی والٹ ڈزنی ہی ہے۔
اس پس منظر میں یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں کہ والٹ ڈزنی کی بچوں سے محبت کے اندر دراصل
جنسی بے راہروی اور والدین سے بغاوت کا سبق پوشیدہ ہوتا ہے۔ اگر ہم غور کریں تو والٹ ڈزنی
کمپنی کی مشہورِ آفاق کارٹون فلمیں جن کے نام سے پاکستان کے اکثر بچے واقف ہیں مثلاً
Little Mermaid, Lion King 2, Aladin 2, Tarzan
وغیرہ تو ان کا ایک ہی درس ہے کہ اگر لڑکی معاشرے کی روایات سے بغاوت کر کے اور
والدین کی پسند کے خلاف لو میرج (love marriage) رچا لے تو یہ کوئی بری بات

نہیں۔ مزید یہ کہ اگر لڑکی کا باپ اس باغیانہ شادی پر ناراض ہو گیا تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ بالآخر وہ لڑکی اور لڑکے کو معاف کر دے گا اور معاشرہ بھی انہیں قبول کر لے گا۔ ڈزنی کے کارٹونوں کا معیار بھی بے پناہ میٹر چینج کی حد سے اتنا بلند ہوتا ہے کہ یہ کارٹون دیکھنے کے بعد بچوں کو ٹی وی کے عام عام کارٹون (جن میں عشق اور بے حیائی کا درس نہیں ہوتا) پسند ہی نہیں آتے اور بچے والٹ ڈزنی کی شیطانی روشنی پر اصرار کرتے ہیں۔

لوئس ممفرڈ (Lewis Mumford) امریکہ کا ایک عظیم مفکر گزرا ہے۔ اس نے اپنی کتاب "The Pentagon of Power" میں 1960ء میں یہ پیشین گوئی کی تھی کہ جب کمپیوٹر ایجاد ہو جائے گا تو لوگ خدا کو زمین پر لے آئیں گے (اس وقت کمپیوٹر کی ایجاد انتہائی ابتدائی مراحل میں تھی) لوئس ممفرڈ نے یہ بات تنبیہ کے طور پر کی تھی یعنی جب گھر گھر کمپیوٹر اور انٹرنیٹ عام ہو اتو لوگ خدا سے غافل ہو گئے اور ایک آنکھ والے دجال یعنی کمپیوٹر اور ٹی وی کو اپنا معبود بنا لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے فرمایا تھا کہ دجال لوگوں سے کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں حالانکہ وہ کانا ہوگا اور (ظاہر ہے کہ) تمہارا رب کانا نہیں۔
(ابن ماجہ، احمد، حاکم)

لوگوں نے دجال کے ایجنٹوں کی شیطانی روشنی کو وحی الٰہی کی رحمانی روشنی سمجھا۔ اللہ نے قرآن میں حکم فرمایا کہ طلوع شمس اور غروب شمس سے قبل اللہ کا ذکر و تسبیح کرو اور نماز قائم کرو لیکن آج جو لوگ ٹی وی یا کمپیوٹر کی شیطانی روشنی کے سامنے بیٹھے ہوں انہیں اس چیز کی خبر ہی نہیں ہوتی کہ یہ مغرب کا وقت ہے یا فجر کا۔

اب تو حال یہ ہو گیا ہے کہ ہوائی جہازوں، بسوں حتیٰ کہ گاڑیوں میں ٹی وی لگ گئے ہیں اور لوگ سفر میں بجائے اللہ کا ذکر کرنے کے ٹی وی دیکھنے میں مشغول ہوتے ہیں اور حادثے کی صورت میں اسی حالت میں جان دے دیتے ہیں۔ اب وہ آیت کہ

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾

"یعنی میری نماز، میری قربانی، میرا مرنا اور میرا جینا اللہ کے لیے ہے"
کی بجائے لوگوں کا مرنا اور جینا شیطانی روشنی کے لیے ہو گیا ہے۔

انگلینڈ کے ایک یہودی مذہبی پیشوا اور کاہن سے، جو اپنی یہودی کمیونٹی کو ٹی وی دیکھنے سے منع کرتا تھا، جب اخباری نمائندوں نے پوچھا کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے تو اس نے جواب دیا جس کی ایک زندہ قوم کے رہنما سے امید کی جا سکتی ہے۔ اس یہودی عالم نے کہا

"We can not open sewer into our people's brains "

"ہم گٹر کی نالی کی گندگی کو اپنے لوگوں کے ذہنوں کے اندر داخل ہونے نہیں دے سکتے۔"

پچھلی صدی میں جب تک شیطانی روشنی منظر عام پر نہیں آئی تھی تو اس وقت انگریزی کی مثل مشہور تھی۔

"Those who pray together, stay together"

"جو عبادت ساتھ کرتے ہیں اُن میں اتفاق رہتا ہے۔"

یہ اس وقت کی بات ہے جب خدا کی عبادت کو اہمیت حاصل تھی۔ اب جب سے لوگوں نے دجال کے ایجنٹوں کو خدا بنایا ہے تو یہ نعرہ بلند ہوا ہے کہ ٹی وی فیملی کے افراد کو قریب لاتا ہے۔

"TV brings the family together"

اس نعرے کو بیسویں صدی کا سب سے بڑا جھوٹ کہا جائے تو بیجا نہ ہو گا۔ امریکی ماہر نفسیات ڈاکٹر جیمس گاربارینو نے بگڑے ہوئے بچوں پر طویل تحقیق کے بعد اپنی کتاب

"Lost Boys" میں لکھا ہے کہ کچھ لوگوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ کوئی ٹی وی کسی کو تنہا کرتا ہے حالانکہ تجربے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بات صریحاً غلط ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ فطرت سلیم یا بالفاظ دیگر فطرت ابراہیمی کی حفاظت اور پرورش ایک مشکل کام ہے لیکن اس کی افزائش وحی الٰہی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمانی روشنی سے ہی کی جا سکتی ہے۔ بقول اقبال ۔

براہیمی نظر پیدا بڑی مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

انسانی شخصیت پر گناہ کے اثرات
جدید علمِ نفسیات کی روشنی میں

گناہ ہر اس کام کو کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی نافرمانی شامل ہو۔ گناہ صغیرہ (چھوٹے) بھی ہو سکتے ہیں اور کبیرہ (بڑے) بھی۔ چھوٹے گناہ، وضو، نماز با جماعت وغیرہ سے دھل جاتے ہیں (صحیح مسلم بروایت ابو ہریرہؓ) لیکن کبیرہ گناہوں کی سزا سے بچنے کے لیے سچی توبہ ضروری ہے۔ کبیرہ گناہوں میں شرک کرنا، قتل، والدین کی نافرمانی، بدکاری، چوری، تہمت زنا لگانا، یتیم کا مال کھا جانا، رشوت لینا، جھوٹی گواہی دینا، شراب پینا وغیرہ شامل ہیں (بروایت صحاح ستہ)

جس طرح شریعت پر عمل کرنے سے آخرت کی نعمتوں کے علاوہ دنیا میں بھی ہمیں فوائد حاصل ہوتے ہیں اسی طرح گناہوں پر صرف آخرت میں ہی سزا نہیں ملتی بلکہ گناہ انسان کی دنیاوی زندگی پر بھی دور رس اثرات چھوڑتے ہیں اور اس کی زندگی کے لیے بوجھ بن جاتے ہیں۔ اس مضمون میں گناہ کے انسانی شخصیت پر اثرات کے بارے میں مذہب، جدید نفسیات اور تاریخی مثالوں کی روشنی میں بحث کی جائے گی۔

گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر اس کے دل میں حق و باطل کی پہچان ودیعت فرمائی:

﴿ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ﴾ (سورۃ الشمس: 8)

پھر نفسِ انسانی پر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری الہام کر دی۔

اسی طرح سورۃ البلد میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ﴾ (سورۃ البلد 10)

"اور ہم نے اس کو خیر و شر کے دونوں نمایاں راستے دکھا دیے"

یہی وجہ ہے کہ حق اور باطل میں تمیز کرنے کی یہ صلاحیت اتنے اعلیٰ پیمانے پر صرف انسانوں میں پائی جاتی ہے دوسرے جانداروں میں نہیں۔ سائیکالوجی میں "Behav orism" کے مکتبِ فکر کا بانی جے بی واٹسن (J B. Watson) جو ساری زندگی اس چیز کا پرچار کرتا رہا کہ انسان اور حیوان ایک ہی ہیں۔ اپنی کتاب 'Behaviorism' میں اس بات پر ماتم کرتا ہے کہ پوری دنیا کے انسان یہ پسند نہیں کرتے کہ انہیں جانوروں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے اور ان میں جو چیزیں یہ احساس پیدا کرتی ہیں کہ وہ حیوان نہیں بلکہ حیوانوں سے بلند ہیں، ان میں سے ایک چیز حق و باطل کی تمیز (Morals) ہے (1)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے خیر اور بھلائی انسان کی جبلت میں رکھ دی ہے اس لیے جب انسان بدی اور شر کا ارتکاب کرتا ہے تو ضمیر کی ملامت اسے تو ستاتی ہے۔

حدیث میں واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ حق و باطل کی پہچان کا مرجع ہمارا دل ہے اور گناہ

---

(1) Watson, J B (1970). Behaviorism London, W Norton & Co.

وہ چیز ہے جس پر ہمارا دل کھٹکے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مجھ سے نیکی کے متعلق پوچھنے آئے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ وَاسْتَفْتِ نَفْسَکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَلْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّتْ اِلَیْہِ النَّفْسُ وَالْاِثْمُ مَا حَاکَ فِی النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِی الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاکَ النَّاسُ وَاَفْتَوْکَ (مسند احمد ۔ سنن دارمی)(1)

"اپنے دل سے فتویٰ طلب کرو۔ نیکی وہ ہے جس کے متعلق روح مطمئن ہو اور دل مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو روح میں بے چینی پیدا کرے اور دل میں کھٹکے چاہے لوگ تجھے بار بار اس گناہ کے حق میں دلیل دیں۔"

دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَا حَاکَ فِی صَدْرِکَ وَکَرِھْتَ اَنْ یَطَّلِعَ عَلَیْہِ النَّاسُ

(صحیح مسلم بروایت نواس بن سمعان ؓ ۔ کتاب البر والصلۃ والآداب۔ باب تفسیر البر والاثم)

"نیکی اچھے اخلاق و اعمال ہیں اور گناہ کا کام وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم یہ پسند نہ

---

(1) مسند احمد بن حنبل حدیث 17546۔ یہ حدیث الاربعین النوویۃ میں بھی روایت کی گئی ہے علاوہ امام النووی، امام منذری اور امام شوکانی نے اسے حسن کا درجہ دیا ہے جبکہ شیخ البانی نے اپنی کتاب "صحیح الترغیب" میں اس حدیث کو حسن لغیرہ (حدیث نمبر 1734) کا درجہ دیا ہے۔

کرو کہ دوسرے لوگ اُسے دیکھیں"

گناہ کی جو تعریف (Definition) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے وہ شاید پوری دنیا کے ماہرین نفسیات بھی مل کر نہ تیار کر سکتے۔ جو شخص گناہ کرتا ہے وہ چاہے دنیاوی قانون کی گرفت سے بچ بھی جائے لیکن اُس کا گناہ اندر سے اُس کو کچوکے دیتا رہتا ہے۔ گناہ اُس کے اندر بے چینی اور اضطراب پیدا کر دیتا ہے جس کو وہ نظر انداز نہیں کر سکتا۔ وہ شخص لوگوں کے سامنے مسکراہٹ کا مصنوعی لبادہ اوڑھ کر چلتا پھرتا ہے جبکہ اس کا ضمیر اندر سے اُسے سنگسار کر رہا ہوتا ہے۔

انسانی نفس اور شیطان

انسان کو برائی پر اکسانے والے دو دشمن ہیں۔ ایک اندرونی یعنی نفس اور ایک بیرونی یعنی شیطان۔ قرآن نے انسانی نفس کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں:

1) نفس امارہ۔ برائی کا حکم دینے والا نفس۔ (سورہ یوسف: 53)

2) نفس لوامہ۔ برائی پر ملامت کرنے والا نفس۔ (سورہ القیامہ: 2)

3) نفس مطمئنہ۔ (سورہ الفجر- 27) یہ عام طور پر زندگی کے آخری حصے میں نصیب ہوتا ہے جبکہ انسان دنیا کے کڑے امتحانوں سے گزر چکا ہوتا ہے۔

ہمارے بیرونی دشمن شیطان کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ﴾ (سورہ فاطر 6)

"یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے اس لیے اسے دشمن سمجھو"

یعنی نفس اور شیطان ہمارے دشمن ہیں اور ان میں سے نفس، شیطان سے بھی بڑا دشمن ہے کیونکہ حضرات آدمؑ اور حواؑ کو شیطان نے جنت میں بہکایا تھا مگر خود شیطان کو کس نے بہکایا تھا؟ شیطان کو اس کے نفس ہی نے بہکایا تھا کیونکہ اس وقت تو کوئی اور شیطان نہ تھا۔

انسانی دماغ کا تاویلی حربہ

انسان کا دل اللہ نے ایسا بنایا ہے کہ وہ برے کام پر کھٹکتا ہے لیکن پھر انسانی دماغ اس برے کام کو تاویل (Justification) کے ذریعے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ڈاکٹر جلال قلبیس کے بقول انسانی دماغ میں تاویلیں (Rationalizations) پیش کرنے اور عذر لنگ گھڑنے کی بے پناہ صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ انسانی دماغ کی یہ خصوصیت بھی باقی جانوروں میں نہیں پائی جاتی۔ یہ کام انسان کا ناصیہ (دماغ کا اگلا حصہ) کرتا ہے جہاں پر انسان سچ کو جھوٹ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ قرآن میں دماغ کی اسی صلاحیت کی طرف ذکر ہے:

﴿كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۞ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ﴾

(سورہ العلق 16,15)

"ہرگز نہیں، اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی ناصیہ یعنی پیشانی پکڑ کر اسے کھینچیں گے، اس پیشانی کو جو جھوٹی اور سخت خطاکار ہے۔"

ناصیہ دماغ کے اگلے حصے کے لئے استعمال ہوتا ہے جسے میڈیکل اصطلاح میں "Frontal Lobe" کہتے ہیں اور سیریبرم (Cerebrum) کا بھی وہ حصہ ہے جہاں برے کام کرنے کی پلاننگ کی جاتی ہے اور سچ یا جھوٹ بولا جاتا ہے (1)

(1) Rod R. Seeley, Trent D. Stephens, and Philip Tate, Essentials of Anatomy & Physiology, 2nd ed. (St. Louis: Mosby Year Book Inc., 1996), page 211

دماغ کا یہی وہ حصہ ہے جو گناہ پر جب دل کھٹکتا ہے تو مختلف عقلی تاویلوں کے ذریعے اس احساس گناہ کو تھپکی دے کر عارضی طور پر سلانے کی کوشش کرتا ہے۔ روسی ناول نگار فیوڈور ڈوسٹوئی وسکی (Fyodor Dostoevski) نے اپنے ناولوں میں گناہ کے انسانی شخصیت پر اثرات اور انسان کے اندر کی نفسیاتی کشمکش کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا ہے مثلاً اس کا ناول Crime & Pun shment (جرم اور سزا) جس میں اس نے ایک غریب طالب علم راس کولنکوو (Raskoln kov) کے متعلق بتایا ہے کہ جس نے ایک امیر عورت کو اس کی دولت پر قبضہ کرنے کی خاطر قتل کیا تھا۔ قتل کے بعد جلد ہی گناہ اس کے دل میں کھٹکنا شروع ہوتا ہے اور اس کے دل و دماغ میں ایک نفسیاتی کشمکش کی وجہ سے اس کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے اور گناہ کے نتیجے میں ڈیپریشن کی وجہ سے راس کولنکوو بستر پر پڑ جاتا ہے بالآخر اس کو سکون تب حاصل ہوتا ہے جب وہ خود اپنے آپ کو سزا کے لیے قانون کے حوالے کر دیتا ہے اور اس کو سائبیریا کی جیل میں بھیج دیا جاتا ہے۔ (1)

امریکی ماہر نفسیات سکاٹ پیک (Scott Peck) اپنی کتاب "The Road Less Travelled" میں لکھتا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا اور اس کی لاش کو مٹی میں چھپا دیا تو جب اس سے پوچھا گیا کہ تمہارا بھائی ہابیل کہاں ہے؟ اس پر قابیل نے جواب دیا۔ میں اپنے بھائی کا چوکیدار تھوڑی ہوں کہ مجھے پتہ ہو کہ وہ کہاں ہے؟ سکاٹ پیک کے مطابق قابیل اس وقت یقیناً اپنے دماغ کی تاویلیں گھڑنے والی صلاحیت (Rationalizing Capability) استعمال کر رہا تھا جب اس نے یہ بات کہی تھی۔ (2)

(1) Dostoevsk , Fyodor (1996). Crime & Punishment. New York, Bantam Classics.

(2) Peck, M. Scott (1998). The Road Less Traveled. New York, S mon & Schuster.

الفاظ میں احساس گناہ پیدا کرنے کی طاقت

علم الانسان کے ماہرین (Anthropologists) انسانی سوسائٹیوں کو دو قسم کے کلچرز میں تقسیم کرتے ہیں

i) شرم وحیا والے کلچرز (Shame Culture)

ii) احساس ندامت والے کلچرز (Guilt Culture)

اسلام ان دونوں نظریوں کی قدر کرتا ہے لیکن ان دونوں خوبیوں کو اسلامی سوسائٹی میں نہ صرف یکجا کرتا ہے بلکہ ایک قدم آگے لیتا ہے اور انسانوں میں اللہ سے شرم کرنے کا احساس پیدا کرتا ہے

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴾ (سورہ حدید 16

"وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ جو کام بھی تم کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے۔"

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴾ (سورہ ق:16)

"ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں ابھرنے والے وسوسوں تک کو ہم جانتے ہیں ہم اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں"

اسلام نے مسلمانوں کو احسان کا تصور عطا کیا جو حدیث جبریل میں بیان ہوا ہے۔

ان تعبُدَ اللہَ کانَّک تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاک ۔

(صحیح مسلم عن عمر بن خطاب)

"احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔"

اسلام مسلمانوں میں یہ احساس اجاگر کرتا ہے کہ ہم ہر لمحے اللہ کے سامنے ہیں اور اس کی نافرمانی اس کی بے ادبی ہے۔ دراصل احسان کے تصور سے اللہ کے ادب کا تصور پیدا ہوتا ہے کیونکہ ع ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

بے شک الفاظ میں بے پناہ طاقت پوشیدہ ہوتی ہے۔ الفاظ کی اس طاقت کی طرف قرآن میں اشارہ ہے

عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿ (سورۃ الرحمٰن :4)

"اللہ نے انسان کو بولنے کا فن سکھایا۔"

دوسری جگہ فرمایا

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ﴿ (سورۃ البقرہ 31)

"اور اللہ نے آدم علیہ السلام کو ساری چیزوں کے نام سکھائے۔"

ایک اخلاقی اقدار کی حامل سوسائٹی میں لوگوں میں استعمال ہونے والے الفاظ میں اخلاقی طاقت ہوتی ہے اور وہ انسان میں احساسِ گناہ یا شرمندگی (Guilt or Shame) کے احساسات پیدا کر سکتے ہیں۔ آج کی سیکولر دجالی تہذیب اس حقیقت سے بے خبر نہیں۔ مغربی سوسائٹی میں انہوں نے ایسی اصطلاحات نہایت پلاننگ کے ساتھ متعارف کروائیں جو انسانوں میں احساسِ گناہ نہ بیدار ہونے دیں۔ شراب نوشی جس کے لیے "Alcoholism" کی اصطلاح استعمال کی جاتی تھی اس کی جگہ "A cohol

"Abuse" کی اصطلاح متعارف کروائی گئی جس سے ذہن میں یہ تصور آتا ہے کہ شراب کا استعمال (use) کوئی بری چیز نہیں صرف بے جا یا غلط استعمال (Abuse) قابل ملامت شے ہے۔ عالم اسلام کے عظیم ماہر نفسیات ڈاکٹر مالک بدری لکھتے ہیں کہ مغرب میں جنسی بے راہ روی کے اعمال پر خوبصورت اصطلاحات کا غلاف چڑھا کر عوام کے سامنے پیش کیا گیا اور اُن کی اخلاقی حس کو ناکارہ (Desensitize) کر کے رکھ دیا۔ مثلاً بدکاری کے لیے "Adultery" یا "Fornication" کی اصطلاح استعمال کی جاتی تھی۔ دونوں اصطلاحیں اپنے اندر مذہبی پس منظر رکھتی تھیں اور ایک مغربی انسان میں گناہ کا احساس پیدا کر سکتی تھیں۔ اس لیے ان کی جگہ "Promiscuity" (آزادانہ جنسی میل جول) کی اصطلاح کو عام کیا گیا۔ پھر آہستہ آہستہ جب سوسائٹی کی اخلاقی حس مزید کمزور ہوئی تو "Extra-marital relations" (شادی کے علاوہ تعلقات) کی دلفریب اصطلاح کو سوسائٹی میں قبول کیا گیا۔ اسی طرح ہم جنس پرستوں کے لیے "Gay" (شاداں فرحاں) کے لفظ کو عام کیا گیا تاکہ لوگوں کے دلوں میں اس فعل بد کے لیے نفرت کم ہو اور احساس گناہ پیدا نہ ہو جائے۔

تاریخ انسانی سے مثالیں

ہماری تاریخ ایسے لوگوں کی مثالوں سے بھری پڑی ہے جن کے گناہ اُن کی زندگیوں کے لیے بوجھ بن گئے اور وہ لوگ نشانِ عبرت بن گئے۔ اموی گورنر حجاج بن یوسف نے ہزاروں لوگوں کو قتل کروایا۔ جب وہ اپنے دور کے عظیم ترین تابعی اور دینی عالم سعید بن جبیرؒ کو شہید کرنے لگا تو سعیدؒ نے حجاج کو کہا کہ میرے بعد تو کسی کو قتل نہیں کر سکے گا۔ اس کے بعد حجاج چالیس دن زندہ رہا لیکن روزانہ رات کو خواب میں سعیدؒ بن جبیر کو دیکھتا جو اس کا گریبان پکڑ کر کہتے کہ بتا تو نے مجھے کیوں قتل کیا تھا؟ اس پر حجاج یہ بات چیختا ہوا بیدار ہو جاتا

ظالم یا سعید بن جبیر ؟ (یہ مجھے کیا ہو گیا ہے اے سعید بن جبیر؟)

امریکہ میں ایسے فوجی جنہوں نے ویت نام کی جنگ میں حصہ لیا تھا (War Veterans) اُن میں خودکشی کی شرح بہت زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے لیے ویت نام میں کیے گئے مظالم اُن کی روح پر ایک بوجھ بن گئے۔ ایک ایسا ہی امریکی فوجی جس نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا، اُس سے جب امریکی اسلامی عالم امام حمزہ یوسف نے پوچھا کہ کیا اُسے کبھی ویت نام کے وہ معصوم لوگ یاد آتے ہیں جنہیں اُس نے قتل کیا تھا تو اُس نے بتایا کہ روزانہ رات کو اُن سب مقتولوں کے چہرے اُس کی آنکھوں کے سامنے پھرتے ہیں اور اُس کی راتوں کی نیند اڑا دیتے ہیں۔

امریکی کلینیکل ماہر نفسیات ڈاکٹر جیمس گاربارینو (James Garbarino, Ph.D.) نے اپنی کتاب "Lost Boys" (مطبوعہ نیویارک 1999ء) میں ایسے نوجوانوں پر تحقیق کی ہے جو مجرم بن گئے۔ ڈاکٹر جیمس نے ایک قاتل سے جس نے بہت سے لوگ قتل کیے تھے جیل میں جا کر انٹرویو لیا اور پوچھا کہ کیا اُسے اپنے گناہ یاد آتے ہیں تو اس قاتل نے بتایا کہ رات کو اُس کو ان مقتولوں کے چہرے نظر آتے ہیں اور اُسے ایسا لگتا ہے کہ وہ بھوت (Ghosts) ہیں اس لیے وہ اُن سے خوفزدہ ہو جاتا ہے (1)

قتل کے علاوہ دوسرا بہت بڑا گناہ وہ ہے جو سائٹی میں فحاشی اور عریانی پھیلاتا ہے۔ قرآن میں اللہ کی واضح تنبیہ موجود ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ

(1) Garbarino, James (1999). Lost Boys. New York, The Free Press.

أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ﴾ (سورہ النور۔ 19)

"جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں شرمناک برائیوں کا چرچا پھیلے اُن کے لیے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہوگا اور آخرت میں بھی۔"

اگر ہم گلوکاروں، فنکاروں، آرٹسٹوں اور مجسمہ سازوں کی زندگیوں کی طرف دیکھیں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ اُن کی زندگیاں ہمارے اندازے سے بھی زیادہ کربناک ہیں کیونکہ ایسے پیشوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔ ان میں سے اکثر شراب پیتے ہیں، منشیات کا استعمال کرتے ہیں، ان کی خانگی زندگیاں تباہ ہو چکی ہوتی ہیں۔ اُن میں سے کئی فن کی خدمت کرنے والے اپنے اندر گناہوں کی پیدا کی ہوئی بے چینی کی وجہ سے شراب پی پی کر یا کسی دوسرے طریقے سے خودکشی کر لیتے ہیں اور اپنے جسم کے اندر کے احساسِ گناہ کو قیامت تک کے لیے گہری نیند سلا دیتے ہیں۔

مغرب کے آرٹسٹوں میں اس فن کے ناموں پر نظر ڈالیں تو ان میں سے ایک مائیکل انجیلو (Michael Angelo) (1475-1564ء) ہے۔ وہ ابتدائی زندگی میں مذہبی عیسائی تھا اور اس نے عیسائی مذہب کے لیے مشہور ترین مجسمے اور تصاویر بنائیں لیکن زندگی کے آخری دور میں وہ مذہب بیزار اور خدا کے وجود کا منکر ہو گیا تھا جس کا اندازہ اس کی قبر کے کتبے سے بھی ہو جاتا ہے۔ مونا لیزا کی تصویر کے خالق لیونارڈو داونچی (Leonardo Da Vinci) کی کربناک زندگی کا کیا کہیں کہ لیونارڈو خود ولد الزنا (Illegitimate Child) تھا۔ بیتھوون (Beethoven) (1770-1827ء) جسے مغرب کی تاریخ کا سب سے بڑا موسیقار کہا جاتا ہے اس کی بد اخلاقی اور تکبر سے عوام و خواص بھی تنگ تھے۔ اس کی ازدواجی زندگی بھی ناکام رہی اور اس نے خودکشی کی ناکام کوششیں کیں۔ راک اینڈ رول کی دنیا کا ایلوس پریسلے (Elvis Presley) اور ہالی ووڈ کی مارلین منرو (Marilyn Monroe) کی بے چین زندگیوں کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک نے شراب پی پی کر

اپنی زندگی ختم کر ڈالی تو دوسری نے خواب آور گولیاں کھا کر۔ آج ہم مائیکل جیکسن (Michael Jackson) اور میڈونا (Madonna) کی اخلاقی لحاظ سے گری ہوئی زندگیوں سے واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ کس طرح نشہ کر کے مائیکل جیکسن کو نشہ آور اشیاء کے بغیر نیند ہی نہیں آتی تھی جو عادت بالآخر اس کی موت کا باعث بنی۔ ابھی حال ہی میں امریکہ کی مشہور ترین گلوکارہ وٹنی ہیوسٹن (Whitney Houston) کی لاش لاس اینجلس کے ایک ہوٹل کے کمرے میں باتھ ٹب میں پائی گئی۔ اس کی موت کا سبب منشیات کا استعمال بتایا گیا ہے۔ پاکستان کے گلوکاروں اور فنکاروں کی زندگیاں بھی اوپر بیان کیے گئے لوگوں کی زندگیوں سے مختلف نہیں اور اکثر کے دردناک انجام سے بھی ہم واقف ہیں۔ یہ سب کیوں ہے؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور (آیت 19) میں فرما دیا ہے کہ ایسے لوگوں کے لیے صرف آخرت میں ہی نہیں بلکہ دنیا میں بھی دردناک عذاب ہے۔

گناہوں کا علاج سچی توبہ

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

(سورہ التحریم: 8)

"اے ایمان والو اللہ سے توبہ کرو خالص توبہ، بعید نہیں کہ اللہ تمہاری برائیاں تم سے دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل فرما دے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔"

<u>سچی توبہ کے ساتھ جن امور کو مد نظر رکھنا اہم ہے وہ درج ذیل ہیں</u>

☆ اپنے سابقہ گناہوں پر سچی ندامت کا احساس ہونا چاہیے۔

☆ جن لوگوں کا حق مارا ہو اُن کا حق واپس کرے۔

☆ جن لوگوں کو تکلیف پہنچائی ہے، اُن سے معافی طلب کرنا اور اُن کی دلجوئی کرنا چاہیے۔

☆ پنج وقتی نمازوں کا اہتمام کیونکہ اس میں انسانی نفس کی غفلت کا علاج پوشیدہ ہے۔

☆ قرآن پر تفکر و تدبر اور اس کا پڑھنا اور پڑھانا کیونکہ حدیث نبوی ہے:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ ۔ (صحیح بخاری)

"تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔"

☆ اللہ کے راستے میں صدقہ خیرات کرنا کیونکہ یہ گناہوں کو مٹاتا ہے۔

☆ موت کو کثرت سے یاد کرنا کیونکہ یہ چیز دل میں رقت اور عاجزی پیدا کرتی ہے اور عاجزی اور ندامت توبہ کی شرائط میں سے ہیں۔

امریکی ماہر نفسیات سکاٹ پیک کے مطابق جو چیز انسان کی خود پسندی، انانیت اور تکبر کو ٹھیس پہنچاتی ہے وہ سائیکالوجی کی زبان میں انسان کی خود پرستی کی چوٹ (Narcissistic Injury) کہلاتی ہے اور اس دنیا کی تمام چیزوں میں سے جو چیز انسان کی خود پرستی کو سب سے زیادہ ٹھیس پہنچاتی ہے وہ موت (Death) ہے۔ اس لئے موت کو یاد کرنے سے انسان میں عاجزی پیدا ہوتی ہے اور توبہ میں اخلاص آتا ہے۔ یکیں گناہ کے انسانی شخصیت پر اثرات کے معاملے میں امام شافعیؒ کے استاد وکیعؒ کی طرف منسوب اس عربی شعر کو یاد رکھنا چاہیے جو بہت عظیم شعر ہے۔

شَكَوْتُ إِلَى وَكِيعٍ سُوءَ حِفْظِي

فَأَرْشَدَنِي إِلَى تَرْكِ الْمَعَاصِي

وَأَخْبَرَنِي بِأَنَّ الْعِلْمَ نُورٌ

وَنُورُ اللهِ لَا يُؤْتَى لِعَاصِي

"میں نے شکایت کی اپنے استاد وکیع بن جراح سے اپنے حافظہ کی کمزوری کی
تو انہوں نے مجھے گناہ چھوڑ دینے کی وصیت کی
اور مجھے یہ بتایا کہ علم نور ہے
اور اللہ کا نور کسی گنہگار کو نہیں دیا جاتا۔"

والدین سے ہمارا تعلق
مذہب اور سائنس کی روشنی میں

جب ہم قرآن کی آیات کا تجزیہ کرتے ہیں جن کا تعلق اسلام کے معاشرتی، معاشی اور سیاسی نظاموں سے ہے تو ہم دیکھتے ہیں قرآن میں سب سے زیادہ آیات معاشرتی نظام سے متعلق ہیں، پھر معاشی نظام اور اس کے بعد سیاسی نظام سے متعلق۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ سیاسی نظریات میں بہت کچھ ارتقا ہوتا ہے جبکہ معاشرتی نظام میں زیادہ تغیر واقع نہیں ہوتا۔ والدین اور اولاد کے درمیان تعلق یا میاں بیوی کے تعلقات میں زیادہ تغیر واقع نہیں ہوتا۔ والدین اور اولاد کے درمیان تعلق یا میاں بیوی کے تعلقات یا بہن بھائیوں کے آپس کے رشتے اور حقوق ہزاروں سال سے ویسے ہی ہیں اور ان میں زمانہ گزرنے کے ساتھ کچھ زیادہ تغیر کی گنجائش نہیں ہے۔ اس مضمون میں والدین کے اسلام میں مقام اور سائنس کی روشنی میں والدین بالخصوص اپنی ماؤں سے ہمارا تعلق پر روشنی ڈالی جائے گی۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں والدین کا مقام

قرآن میں سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ (سورۃ البقرہ 83)

"اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا"

اسی طرح سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴾

(سورۃ بنی اسرائیل: 23, 24)

"والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس اُن میں سے کوئی ایک یا دونوں، بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ اُن سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی و رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ پروردگار ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔"

قرآن میں کم از کم دس مرتبہ والدین سے حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔ یہ دلچسپ بات ہے کہ قرآن میں ہمیں والدین سے محبت کرنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ بیوی بچوں سے محبت کی بابت ہمیں پیچھے یا کنٹرول کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بیوی بچوں کی محبت انسانوں کی فطرت میں موجود ہوتی ہے جبکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عام طور پر جب بیٹا گھر بسا لیتا ہے تو اُس کے دل میں والدین کی محبت کم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اس لیے قرآن نے ہمیں اپنے دل میں والدین کی محبت کو اُبھارنے (Cultivate کرنے) کا حکم دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار احادیث میں والدین کے عظیم مقام کا ذکر کیا ہے۔ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بیٹے کی شکایت کی جو اپنی کمائی اپنے والدین کو نہیں دیتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر اس کے والد کے ہاتھ میں دے دیا اور لڑکے سے فرمایا

أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ۔ (1)

(عن جابر بن عبد اللہ البدر المنير لابن الملقن)

”تو اور تیرا مال تیرے باپ کی ملکیت ہیں“۔

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي قَالَ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ أَبُوكَ (صحيح مسلم)

”ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا اے اللہ کے رسول، لوگوں میں سب سے زیادہ کون میرے اچھے برتاؤ کے لائق ہے؟

آپؐ نے فرمایا تمہاری ماں۔

آدمی نے پوچھا: پھر کون؟

آپؐ نے فرمایا ”تمہاری ماں۔“

اس آدمی نے پوچھا: پھر کون؟

(1) اس حدیث کو محدث ابن الملقن نے صحیح الاسناد کہا ہے (7/ 665)، علاوہ ازیں شیخ البانی نے بھی اس حدیث کو اپنی کتاب السلسلة الصحیحة میں صحیح قرار دیا ہے۔

آپ نے فرمایا: "تمہارا باپ۔"

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث میں فرمایا
"اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ تم اپنی ماں کی نافرمانی کرو"
(صحیح البخاری)

ایک شخص نے اپنی بوڑھی والدہ کو اپنے کاندھوں پر اٹھا کر پورا حج ادا کیا۔ حج کے اختتام پر انہوں نے ایک صحابی رسول سے پوچھا کہ کیا انہوں نے اپنی والدہ کے احسانات کا بدلہ چکایا ہے۔ اُن صحابی رسول نے فرمایا "تم نے اپنی ماں کا قرضہ ادا بھی حق ادا نہیں کیا۔ تم نے اُس ایک رات کا بھی احسان نہیں چکایا جب تم نو مولود تھے اور بستر پر پیشاب کر کے اس کو گیلا کر دیتے تھے اور تمہاری ماں تمہیں خشک جگہ پر سلا دیتی اور خود بستر کے گیلے حصے پر سو جاتی تھی۔

اسلام میں والدین کے عظیم مقام کے پیش نظر بعض مسلم فقہا کا فتاوی عالمگیری میں یہ فتویٰ درج ہے کہ خودکشی سے مرنے والے کا تو نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے لیکن والدین کے قاتل کا نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں!

"TEEN-AGE LIBERATION" کی تحریک

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتائی ہے۔ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا ۔ (لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی) (صحیح مسلم عن عمر بن خطاب) یعنی بیٹیاں اپنی ماؤں پر اپنا حکم چلائیں گی۔ علامہ عزالدین عبدالسلام اِس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد معاشرے کے نظام کا درہم برہم ہو جانا ہے جس میں بڑے چھوٹے کی کوئی تمیز اور عزت نہ ہو۔ دجالی دور میں لڑکیاں اپنے والدین کی برملا

بغاوت کرنا شروع کر دیں گی۔ امریکی مفکر رابرٹ بلائی (Robert Bly) اپنی کتاب "The Sibling Society" میں رقمطراز ہے

"The popular heroes of the late 1950s, James Dean, Elvis Presley, Marilyn Monroe, and Jack Kerouac, all took part in that struggle to loosen everyone up, and were loved for it by the youth" (1)

"1950ء کی دہائی کے فلمی اور موسیقی کی دنیا کے ہیروز جیمز ڈین، ایلوس پریسلے، مارلن منرو اور جیک کیرواک نے نوجوانوں کو ہر پابندی سے آزاد کرنے کی جدوجہد میں حصہ لیا اور اسی لیے نوجوان لڑکے لڑکیاں انہیں پسند کرتے تھے۔"

میڈیا جس میں ٹی وی، رسالے، سینما، انٹرنیٹ، کیبل، ڈش سیٹلائٹ، ویڈیو اور کمپیوٹر گیمز شامل ہیں ان سب نے نوجوانوں کو ایسے رول ماڈل (Role Models) مہیا کیے جن کی وجہ سے انہوں نے اپنے والدین سے بغاوت کی اور انہیں پرانی سوچ والا سمجھنا شروع کر دیا۔ ان چیزوں کے نتیجے میں نوجوانوں کی پرستش کرنے والا کلچر (youth worshipping culture) وجود میں آیا ہے جس میں بوڑھے لوگوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ بدقسمتی سے مسلمان نوجوان جنہیں میڈیا کی زد سے نہیں بچایا گیا وہ بھی اس کلچر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے۔ ماہرین عمرانیات کے مطابق جس چیز کو نوجوان آزادی (Teen Age Liberation) کا نام دیتے ہیں وہ فی الحقیقت صرف والدین اور اخلاقی اقدار سے آزادی ہوتی ہے ورنہ ایسے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اپنے ہم عمروں یا میڈیا کے رول ماڈلز کی اندھی تقلید اور نقالی کر رہے ہوتے ہیں۔ ایسے نوجوان اپنے

(1) Bly, Robert (1997) The Sibling Society New York, Vintage Books.

دوستوں یا سہیلیوں کے دباؤ (Peer Pressure) کی زنجیروں میں جکڑی اور جسمانی لحاظ سے بری طرح بگڑے ہوتے ہیں۔

سائنس کی روشنی میں والدہ سے ہمارا تعلق

قرآن میں سورۃ لقمان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿ (سورۃ لقمان 14)

"اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔ (اسی لیے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجا لا، میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے۔"

ان قرآنی آیات میں ایام حمل اور ماں کے دودھ پلانے کا خصوصی ذکر ہے۔ علامہ ابن القیم الجوزیہؒ نے اپنی تصنیف "کتاب الروح" میں انسانی روح کے جسم سے پانچ قسم کے تعلقات کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے پہلا تعلق انسانی روح کا جسم سے اس وقت قائم ہوتا ہے جبکہ بچہ ماں کے رحم (Womb) میں ہوتا ہے۔ اس بات کے اثرات پیدائش کے بعد انسان کی پوری زندگی پر محیط ہوتے ہیں۔

حال ہی میں حاملہ ماں اور اس کے جنین (Unborn Child/ Fetus) کے تعلق کے متعلق دلچسپ سائنسی تحقیقات سامنے آئی ہے۔ سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ جنین (Unborn Child) کا دل، دماغ کے وجود میں آنے سے بھی پہلے دھڑکنا شروع کر دیتا ہے۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ بچے کے دل کی دھڑکن کی ابتداء (Jumpstart)

ماں کا دل کرتا ہے کیونکہ جنین کے کان Sound Sensitive ہوتے ہیں۔

جب جنین کی عمر ساڑھے چار ماہ کی ہوتی ہے تو اس کی سماعت کی صلاحیت مکمل ہو چکی ہوتی ہے اور حدیث نبوی کے مطابق جب حمل کی مدت چار ماہ ہوتی ہے تو فرشتہ بچے کے اندر روح پھونکتا ہے۔ اس وقت سے بچہ ماں کے جسم میں پیدا ہونے والی آوازیں سن سکتا ہے۔ جو آواز بچہ ماں کے رحم (Womb) میں سب سے زیادہ سنتا ہے وہ ماں کے دل کی دھڑکن کی آواز ہوتی ہے۔ جب تک ماں کے دل کی دھڑکن نارمل رہے جنین (Heartbeat) اپنے آپ کو محفوظ تصور کرتا ہے۔ 1940ء میں امریکی سائنسدان لیسٹر سونٹیگ (Dr. Lester Sontag) نے سب سے پہلے یہ دریافت کیا تھا کہ ماں کے دل کی دھڑکن اس کے رحم میں جنین کے دل کی دھڑکن پر کس طرح سے اثر انداز ہوتی ہے۔

ماں کے دل کی دھڑکن جو بچے نے رحم مادر میں سنی ہوتی ہے اس کی لاشعوری یاد (Unconcious Memory) بچے کے اندر پیدا ہونے کے بعد بلکہ تمام زندگی رہتی ہے۔ کئی سائنسی تحقیقات اس کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ جب ہسپتال کی نومولود بچوں کی نرسری میں ٹیپ ریکارڈر پر دل کی دھڑکن کی آواز چلائی جاتی ہے تو نومولود بچوں کے رونے میں کافی خاصی کمی واقع ہو جاتی ہے۔ مغربی محقق تھامس ورنی، ایم ڈی نے اپنی مشہور کتاب "The Secret Life of the Unborn Child" میں لکھا ہے کہ پیدائش کے بعد بچے کے ذہن میں ماں کے دل کی دھڑکن کی لاشعوری یاد کا یہ نتیجہ ہے کہ جب بچے کو کوئی اپنے سینے سے لگائے تو بچہ سکون محسوس کرتا ہے یا لوگ گھڑی کی ٹک ٹک کی آواز سنتے ہوئے سو جاتے ہیں۔ جن لوگوں کو بے خوابی کی بیماری ہوتی ہے، وہ سونے کے لیے ساؤنڈ مشین (Sound-Machines) استعمال کرتے ہیں جس میں دراصل دل کی دھڑکن کے طرز کی آواز ریکارڈ کی گئی ہوتی ہے۔ موسیقی کی مشہور قسم جیز (Jazz) کی سب سے اہم خصوصیت اس کی دھڑکن کے طرز کی آواز (Pulsating Rhythm) ہوتی ہے۔

جنین میں طبلے کی تھاپ (Drumbeat) دل کی دھڑکن سے انتہائی مشابہ ہوتی ہے۔(1)

بچے کے لیے ماں کی قربانیاں حمل کے طویل تکلیف دہ دور تک محدود نہیں ہوتیں بلکہ اُس میں ولادت کا مرحلہ (Labor & Delivery) بھی آتا ہے جو کہ اسی طرح تکلیف دہ ہوتا ہے۔ سورہ الاحقاف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾ (سورہ الاحقاف .15)

"ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرے۔ اُس کی ماں نے مشقت اُٹھا کر اُسے پیٹ میں رکھا اور مشقت اُٹھا کر ہی اس کو جنا۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کے مطابق جو عورت بچہ جنتے ہوئے مر جائے اُس کا مقام شہید کے برابر ہے۔ یعنی بچے کو دنیا میں لانے کے لیے بھی ماں کی قربانیوں کا ذکر ملتا ہے۔

اَلْمَرْأَةُ تَمُوتُ بِجُمْعٍ شَهِيدٌ (مسند احمد) (2)

"جو عورت زچگی کے دوران فوت ہو جائے وہ شہیدہ ہے۔"

سائنسدانوں اور ماہرین نفسیات کی تحقیقات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بچے کی ذہنی نشوونما اور اس کی ذہانت کو تیز کرنے میں ماں کا دودھ انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے۔

---

(1) Verny, Thomas M.D. & Kelley, John (1981). The Secret Life of the Unborn Child. New York, Dell Publishing Co., Inc.

(2) مسند احمد 316/5 اس حدیث کو امام ابن حبان نے صحیح ابن حبان میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

زندگی کا قانونِ مکافات

اوپر بیان کیے گئے سائنسی اور اسلامی دلائل کی روشنی میں ہمیں والدین کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے اور یہ کہ آج ہماری جسمانی اور ذہنی قوتوں اور صلاحیتوں میں ہمارے والدین کی قربانیوں کا بہت کچھ دخل ہے۔ اگر ہم نے قرآنی احکامات پر توجہ نہ کی اور اپنے والدین اور بزرگوں کی خدمت سے غفلت برتی تو وقت کا پہیہ ہمیں اس مقام پر لا کھڑا کرے گا جہاں پر وہ لوگ آج کھڑے ہیں۔ اس چیز کو ہم زندگی کا قانونِ مکافات (Law of the Circle of Life) کہہ سکتے ہیں۔

اس باب کا اختتام ایک جنگلی کہاوت پر کیا جاتا ہے کیونکہ قرآن میں بھی ہمیں پرانے لوگوں کی کہانیوں سے سبق حاصل کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ جنگلی کہانی درج ذیل ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک آدمی کا ایک بیٹا، بیوی اور بوڑھا باپ تھا جو ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ اس کی بیوی اپنے بوڑھے سسر (father-in-law) کی خدمت کرتے کرتے تنگ آ گئی تھی۔ اس نے اپنے خاوند سے کہا کہ وہ اس بوڑھے شخص سے کسی طرح چھٹکارا چاہتی ہے۔ بالآخر انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس بوڑھے شخص کو جنگل میں چھوڑ آئیں۔ چونکہ وہ بوڑھا چل نہیں سکتا تھا۔ اس لیے اس کے بیٹے نے اپنے باپ کو ایک ٹوکرے میں ڈالا اور اپنے باپ کو کہا کہ ہم جنگل کی سیر کرنے جا رہے ہیں۔ اس آدمی نے اپنے پانچ سالہ بچے کو بھی ساتھ لے لیا اور بہت راز داری سے اسے بتایا

بیٹا! تمہارے دادا بہت بوڑھے ہو گئے ہیں اس لیے ہم انہیں ہمیشہ کے لیے جنگل میں چھوڑ کر آ رہے ہیں۔ جنگل پہنچ کر اس آدمی نے اپنے والد کو ٹوکرے سمیت وہاں چھوڑا اور کہا کہ وہ ابھی واپس آتا ہے اور اپنے بیٹے کو لے کر گھر کی طرف چلنے لگے۔

اتنے میں بچے نے اپنے باپ سے انتہائی معصومیت سے کہا

ابا جان ! یہ ٹوکرا ہم اپنے ساتھ کیوں نہیں لے چلتے کیونکہ جب آپ بوڑھے ہوں گے تو میں آپ کو بھی اسی ٹوکرے میں ڈال کر یہاں جنگل میں چھوڑنے کے لئے لا سکوں گا !

بچے اور میڈیا کا معاشرتی زہر

(Children & Social Toxicity of Media]

سورہ النور میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ﴾
(سورۃ النور: 21)

"جو کوئی شیطان کی پیروی کرے گا تو وہ اُسے فحش اور بدی کا حکم دے گا۔"

اس آیہ مبارکہ میں شیطان کی یہ صفات بیان کی گئی ہیں کہ وہ فحاشی کا درس دیتا ہے اور خدا کی نافرمانی کے کاموں پر اکساتا ہے۔ اسی طرح قرآن میں کئی جگہ شیطان کے لیے ابلیس کا لفظ استعمال ہوا ہے یعنی خدا کی رحمت سے مایوس۔ شیطان لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس کر کے بدی پر اکساتا ہے۔ مزید برآں، شیطان لوگوں میں دشمنی اور عداوت پیدا کرتا ہے۔ (سورہ المائدہ 91) جب بندہ خدا کی رحمت سے مایوس ہوتا ہے تو اس کا ایک ردعمل تشدد اور دوسروں پر ظلم کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ ماہر نفسیات جے براؤن اپنی کتاب (Techniques of Persuasion} میں لکھتا ہے:

"نفسیاتی لحاظ سے جب بندہ اپنے حالات سے مایوس ہوتا ہے تو اُس میں غصہ اور تشدد (Aggression) لازمی طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔ ایسا شخص تشدد کا نشانہ اپنی ذات کو بناتا ہے یا پھر اپنے ماحول میں سے کسی کو۔ مایوس شخص اپنے آپ سے بھی نفرت کرتا ہے اور اپنے ارد گرد کے لوگوں سے بھی۔" (1)

شیطان ہمیشہ انسان کی کمزوری دیکھ کر اُس پر وار کرتا ہے۔ شیطان انسان کو حالات سے مایوس کر کے تشدد پر ابھارتا ہے۔ اور اُس کے جنسی جذبات کو برانگیختہ کر کے فحاشی پر ابھارتا ہے۔ مشہور ماہر نفسیات سگمنڈ فرائڈ (Sigmund Freud) نے اپنے تحلیل نفسی طریقہ علاج کی بنیاد اس بات پر رکھی کہ انسان کی شخصیت کا تمام تر انحصار اُس کی لاشعوری جنسی اور جارحانہ تحریکات (Sexual and Aggressive impulses) پر ہوتا ہے۔ اِس لحاظ سے فرائڈ نے شیطان کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے ثابت کیا کہ وہ خود بھی شیطان کا پیروکار تھا۔

اگر ہم غور کریں تو ہم دیکھیں گے کہ ایک آنکھ والے دجال کے ایجنٹوں میں اور شیطان میں یہ قدر مشترک پائی جاتی ہے کہ وہ دونوں انسانوں کو خدا کی رحمت سے مایوس کر کے تشدد پر ابھارتے ہیں اور لوگوں کو فحاشی کا درس دیتے ہیں۔ ٹی وی، کیبل، ڈش، نیٹ ورک اور انٹرنیٹ پر خبریں دنیا کی مایوس اور تاریک تصویر پیش کرتی ہیں۔ ڈراموں اور فلموں میں عشق و معاشقے درس فحاشی دیتے ہیں۔ ڈراموں، فلموں، ویڈیو اور کمپیوٹر گیمز میں تشدد دکھا کر لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے۔ آج حکومت کو مذہبی تشدد پسندی کی تو بہت فکر ہے لیکن ملک میں دن بدن جرائم کی شرح میں اضافہ، فحاشی کے ذریعے نوجوان لڑکے لڑکیوں کے استحصال اور نوجوانوں میں تشدد پسندی (Violence) کا بڑھتا ہوا رجحان دیکھ کر حکومت کے ماتھے پر بل نہیں پڑتا۔ اس کے اسباب کی کھوج انتہائی اہم ہے اور یہی اس مضمون کا موضوع ہے۔

(1) Brown, J. A. C. (1963) Techniques of Persuasion: From Propaganda to Brainwashing. New York, Penguin

میڈیا اور معاشرتی زہر

مشہور امریکی ماہر نفسیات ڈاکٹر جیمس گاربارینو کے مطابق میڈیا پر بچوں اور نوجوانوں کو جو کچھ دکھایا جاتا ہے اور جس طرح سے تشدد اور فحاشی کے مناظر ان کے ذہن پر نقش کیے جاتے ہیں وہ ایک طرح کا معاشرتی زہر (Social Toxicity) ہے۔ ڈاکٹر گاربارینو کے مطابق یہ سمجھنا ضروری ہے کہ کس طرح پچھلے چند سالوں میں ہمارے معاشرتی ماحول کا معیار گرا ہے۔ اس کے علاوہ یہ جاننا بھی اہم ہے کہ معاشرتی اور ثقافتی زہر کس طرح تیار کیے جاتے ہیں اور وہ کیسے بچوں کی معاشرتی زندگی کو زہر آلود کرتے ہیں۔ (1)

اسی طرح امریکہ کی کولمبیا یونیورسٹی کے ماہر نفسیات (Leonard Eron) لیونارڈ ایرون اور اس کے معاون سائنسدانوں نے میڈیا کے پرتشدد مناظر کے اثرات کا بچوں پر ان کے نوجوان ہونے کے عرصے تک معائنہ کیا۔ وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ جس طرح کچھ لوگوں کو تمباکو نوشی سے کینسر ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح کچھ نوجوانوں پر میڈیا پر تشدد کے مناظر (Scenes of Violence) دیکھنے کے اثرات زیادہ زہر آلود ہوتے ہیں تاہم دونوں میں بلاواسطہ تعلق (Direct Connection) موجود ہے۔ اس بات کی تصدیق امریکن سائیکولوجیکل ایسوسی ایشن کے ماہرین کی تحقیق سے بھی ہوتی ہے جس کے مطابق جیسے تمباکو نوشی پھیپھڑوں کے سرطان کی واحد وجہ نہیں ہے اسی طرح ٹی وی بھی نوجوانوں میں جرائم کی واحد وجہ نہیں تاہم یہ سب سے اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جبکہ یہاں پہلے سے معلوم کرنا کہ کون میڈیا کے غلط اثرات سے متاثر ہوگا ویسے ہی مشکل ہوتا ہے جیسے یہ معلوم

(1) Garbarino, James (1999) Lost Boys: Why Our Sons Turn Violent and How We Can Save Them. New York, Simon & Schuster

کہنا کہ تمباکو نوشی کرنے والوں میں سے کون پھیپھڑوں کے سرطان کا شکار ہوگا۔

ٹی وی پروگراموں کا نفسیاتی تجزیہ

امریکن سائیکولوجیکل ایسوسی ایشن نے حال ہی میں امریکہ کے ٹی وی پروگراموں (پبلک چینل، کیبل، ڈش وغیرہ) میں پیش کیے جانے والے مواد کا تجزیہ کیا جس کے مطابق فلموں میں 40 فیصد تشدد کی حرکات (Vio ent acts) ہیرو کرتے ہیں۔ ایک تہائی سے زیادہ مرتبہ برے کرداروں (villa ns) کو اپنے جرائم کی سزا نہیں ملتی اور 70 فیصد سے زیادہ ظلم کرنے والے اپنے جرائم پر کسی قسم کی پشیمانی نہیں دکھاتے (1)

ڈاکٹر گاربرینو کے مطابق ٹی وی نے خبروں اور تفریحی پروگراموں (News and Enterta nment) کے ذریعے مایوسی کو پھیلانے میں نمایاں اہم کردار ادا کیا ہے۔ علاوہ ازیں پچھلے ۔ سال کی تحقیق سے یہ ثابت bt ہے (جس میں 1972ء کی امریکہ کے سرجن جنرل کی رپورٹ بھی شامل ہے) کہ ٹی وی پر دکھائے جانے والے تشدد اور جرائم میں اور معاشرے میں بچوں بڑوں میں بڑھتی ہوئی سنگدلی، وحشی اور بے ادبی میں واضح تعلق موجود ہے۔ (بحوالہ رسالہ Motherjones 1999ء)

اسی طرح ٹی وی ڈراموں اور فلموں میں پرتعیش انداز زندگی دکھا کر اور اشتہارات (Advertisements) میں بیش قیمت سامان زندگی خریدنے کی ترغیب دے کر عوام میں مایوسی اور اپنا معیار زندگی بلند کرنے کا نفسیاتی ہیجان پیدا کر دیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے عوام میں انانیت، خود غرضی اور نفسا نفسی کی (میری کتاب، میری ذات) کی ذہنیت پیدا ہوتی ہے۔

---

(1) Garbarino, James (1999) Lost Boys: Why Our Sons Turn Violent and How We Can Save Them New York, S mon & Schuster

امریکہ کی Kansas State University کے بچوں کے ماہر نفسیات ڈاکٹر
جان مرے (John Murray) جنھوں نے بچوں پر ٹی وی کے اثرات کا 30 سال تک
مطالعہ کیا ہے، بتایا کہ مشہور ٹی وی پروگرام سیسمی سٹریٹ (Sesame Street) والوں
نے 1960ء میں یہ جان لیا تھا کہ بچوں کو ٹی وی میں مشغول رکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ
سکرین پر مناظر کو تیزی کے ساتھ بدلا جائے تاکہ بچے بور نہ ہونے پائیں۔ ایسے حالات میں
بچوں کے لیے کتاب پر نظر مرکوز کرنا ممکن نہیں رہتا کیونکہ کتاب میں ویسی حرکت نہیں ہوتی۔
ہمیں پتہ ہے کہ جلد بازی (تیز رفتاری) شیطان کی صفت ہے۔ سائنسی محققین یہ بھی جانتے
ہیں کہ بچوں کو کھلونوں میں سب سے زیادہ پرکشش چیز تیز رفتاری لگتی ہے۔ دراصل جلد بازی
انسان کی خامی ہے جس کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے:

وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا ﴾(سورۃ بنی اسرائیل: 11)

اور انسان طبعاً جلد باز واقع ہوا ہے۔ ایک آنکھ والے دجال کے ایجنٹ انسان کی
اس خامی کا بھرپور استحصال کرتے ہیں۔ ٹی وی، ڈش، نیٹ ورک، انٹرنیٹ، ہائی سپیڈ، ویڈیو گیمز،
کمپیوٹر گیمز وغیرہ میں سب سے پرکشش چیز انکی تیز رفتاری ہوتی ہے۔

کمپیوٹر گیمز اور ویڈیو گیمز

الیکٹرونک گیمز (یعنی ویڈیو اور کمپیوٹر گیمز) کی 6.3 بلین ڈالر کی مارکیٹ اپنی
آمدنی کے لحاظ سے اور ثقافتی اثرات کے لحاظ سے ہالی ووڈ فلم انڈسٹری کو بھی شہ مات کرنے
والی ہے۔ امریکہ کے آئی ڈی ایس اے (Association of Interactive
Digital Software) کے ایک بڑے عہدے دار ڈگ لوینسٹین (Doug L.
Wenstein) نے کہا ہے کہ الیکٹرونک گیمز کی صنعت فلمی صنعت سے دوگنی رفتار سے بڑھ رہ

رہی ہے اور کتابوں یا ریکارڈنگ (گانے بجانے) کی صنعت سے چار گنی رفتار سے بڑھ رہی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ہم عوام کو اعصابی تحریک کرنے والی اور ہیجان سے بھرپور تفریح مہیا کرتے ہیں۔

مغربی مفکر جیری مینڈر (Jerry Mander) کے مطابق ویڈیو اور کمپیوٹر گیمز دراصل ایک پوری نسل کے ٹی وی دیکھنے کے عمل کا مرہون منت ہیں۔ اب تو کمپیوٹر گیمز اپنی تیز رفتاری اور تمام جہتوں میں حرکت کی آزادی (Freedom of movement n) (3-D) کی وجہ سے ویڈیو گیمز کو بھی مات کر گئی ہیں۔ اب تو سونی، نینٹنڈو (N ntendo) اور سیگا (Sega) کے ویڈیو گیمز بہت بچوں اور نوجوانوں میں اتنے مقبول نہیں رہے جتنی "PC Games" پسند کی جاتی ہیں مثلاً "Kingpin" , "Doom and Quake" , 'Quake I I Arena" , "Myst" وغیرہ۔ اور والدین بھی انجانی بھولپن سے دجال کے یہ ایجنٹ بچوں کے لیے خریدتے ہیں تاکہ اُن کے بچے اپنے ماں باپ کو تنگ نہ کریں اور کسی چیز میں مصروف رہیں۔ ویڈیو اور کمپیوٹر گیمز فی الحقیقت ٹی وی سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہیں کیونکہ انہیں کھیلنے والا ان میں Actively شامل ہوتا ہے۔ یہ ہمارے اعصابی نظام کو اس طرح متحرک کرتی ہیں کہ ہمارا دماغ کمپیوٹر پروگرام کے انداز میں کام کرنا شروع کر دیتا ہے۔ ہمارا ارتقاء جو کئی صدیوں سے خدا کے پیدا کیے ہوئے فطری ماحول میں ہو رہا تھا اب انسان کی پیدا کی ہوئی ناقص تخلیقات کے ساتھ ہوتا ہے جو فطرتِ انسانی کو تباہ کر کے رکھ دیتا ہے۔

عوام کو بے حس کرنے میں میڈیا کا کردار

جس دور میں ٹی وی گھر گھر عام ہونا شروع ہوا (ابھی کمپیوٹر عوام تک نہیں پہنچا تھا) اُس وقت امریکی مفکر مارشل میکلوہن ((Marshal McLuhan) نے یہ نظریہ پیش کیا

تھا کہ ہر قسم کی ٹیکنالوجی بالخصوص میڈیا میں بے حس کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اور اس کے اثرات منشیات کی طرح ہوتے ہیں۔ ماہر نفسیات جیمس گلبارینو کے مطابق جب ٹی وی، انٹرنیٹ، ویڈیو اور کمپیوٹر گیمز کے ذریعے انسانیت کی تحقیر (Depersonalization) اور بے حس بنانے کا عمل (Desensitization) ہوتا ہے تو سوسائٹی میں تشدد اور جرائم کے بہت سے دروازے کھل جاتے ہیں۔ Kansas State University کے ماہر نفسیات اور سائنسدان ڈاکٹر جان مرے (John Murray) نے دماغ کی تصاویر لینے والے آلات (MRI) کے ذریعے یہ ثابت کیا کہ جب 9 سے 12 سال کے بچے ٹی وی پر تشدد اور جرائم والی فلمیں دیکھتے ہیں تو ان کے دماغ کے وہ حصے متحرک ہوتے ہیں جن کا تعلق لڑنے جھگڑنے (Fight or Flight) سے ہوتا ہے۔ مزید برآں ان کے دماغوں کے یادداشت اور سیکھنے کے حصے بھی متحرک ہوتے ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ ایسے مناظر ان کی شخصیت کا حصہ بن جاتے ہیں۔

کمپیوٹر اور ویڈیو گیمز کی ایک اہم قسم پوائنٹ اینڈ شوٹ (Point and Shoot) گیمز ہیں۔ ان میں کھیلنے والا سکرین پر نشانہ باندھ کر مخالف کو گولی مارتا ہے۔ محقق پال کیگن (Paul Keegan) رسالہ مدر جونز (Motherjones) کے 1999ء کے شمارے میں رقمطراز ہے کہ حالیہ Time/CNN کے پول کے مطابق 13 سے 17 سال کے بچے جو ویڈیو گیمز کھیلتے ہیں ان میں سے 50 فیصد نے پوائنٹ اینڈ شوٹ قسم کی گیمز کھیلی ہوئی ہیں۔ Point and Shoot کمپیوٹر گیمز میں انسانوں پر نشانہ بازی کی جاتی ہے اور ان کی آمد کے بعد سوسائٹی میں بے دردی، بے حسی اور جرائم کی شرح بڑھی ہے۔ کیونکہ نفسیاتی طور پر انسانی جان کو ان گیمز میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ "Kingpin" ایک مشہور کمپیوٹر گیم ہے جس میں کھیلنے والے کو مجرموں کے علاقے میں لے جایا جاتا ہے۔ وہاں پر مخالفوں سے گالیوں اور غلیظ زبان کا تبادلہ ہوتا ہے اور اپنے پستول کے

ہتھیاروں سے مخالف کو قتل کرنا یا زخمی کرنا شامل ہوتا ہے اور مخالف کے جسم کے مختلف حصوں کے رستے ہوئے زخم بھی دکھائے جاتے ہیں۔

دراصل یہ معاملہ معاشرے کو رفتہ رفتہ بے حس بنانے (Desensitization) کا ہے۔ امریکی فوج کے ماہر نفسیات ڈیو گراس مین کے مطابق دوسری جنگ عظیم تک امریکی فوجیوں کی 80 فیصد تعداد کے لیے یہ مشکل تھا کہ کسی انسان کو نشانہ بنا کر اس پر گولی چلائیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں روایتی طریقے سے ٹارگٹ (Bull's Eye) پر نشانہ بازی کی پریکٹس کروائی جاتی تھی۔ اس لیے اس کے بعد انہیں ٹریننگ کے ذریعے بے حس بنایا گیا۔ انہیں انسانی چہروں کی تصاویر پر نشانہ بازی کی پریکٹس کروائی گئی۔ نتیجتاً ویت نام کی جنگ تک امریکی فوجی اتنے بے حس ہو چکے تھے کہ وہ دشمن پر آسانی سے گولی چلا دیتے تھے۔ فوجیوں کو کچھ تو ڈسپلن بھی سکھلایا جاتا ہے اور وہ اپنے افسران بالا کی ہدایت پر کام کرتے ہیں لیکن عام پبلک کو تو ڈسپلن کی ایسی کوئی ٹریننگ بھی نہیں دی جاتی۔ وہ اپنے اوپر کیسے ضبط کریں گے؟

1999ء میں امریکی ریاست کولوریڈو کے قصبے لٹل ٹن (Littleton) میں دو طالب علموں نے کالمبائن ہائی سکول (Columbine High School) میں فائرنگ کر کے کئی معصوم بچوں اور اساتذہ کو قتل کر دیا تھا اور پھر خود کشی کر لی۔ تحقیق سے پتہ چلا کہ ایرک ہیرس (Eric Harris) اور ڈائلین کلیبولڈ (Dylen Klebold) دونوں لڑکے ایسی ویڈیو اور کمپیوٹر گیمز کے انتہائی شوقین تھے جن میں بندوں پر نشانہ باندھا جاتا ہے۔ ان پوائنٹ اینڈ شوٹ گیمز میں سے وہ بالخصوص "Doom and Quake" کی گیم کے شوقین تھے۔ ایرک نے تو اس گیم میں اپنی ویب سائٹ پر کچھ ترامیم بھی کی تھیں جن کے مطابق اس کمپیوٹر گیم میں مد مقابل جوابی فائرنگ نہیں کر سکتا تھا۔ ایرک اور ڈائلین نے لازمی طور پر اسی گیم کے منظر کو اپنے سکول کے معصوم طالب علموں پر دہرا دیا۔

اسی طرح امریکی ریاست کنٹکی کے شہر پیڈوکا (Paducah, Kentucky) میں 1997ء میں 14 سالہ مائیکل کارنیل (M chae   Carneal) نے اپنے اسکول میں جبکہ صبح دعا ہو رہی تھی، فائرنگ کر کے آٹھ بے گناہ بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ وہ پستول اس نے ہمسایوں کے گھر سے چوری کی تھی۔ تفصیلات کے مطابق مائیکل کے باپ نے اسے گھر میں کھیلنے کے لیے جارحانہ قسم کی ویڈیو اور کمپیوٹر گیمز لا کر دی تھیں۔ مائیکل نے قتل کرنے سے پہلے پوری زندگی کبھی حقیقی پستول ہاتھ میں نہیں اٹھائی لیکن اس نے الیکٹرونک پستول سے نشانہ بازی کرنے والی ویڈیو گیم پر 3000 گھنٹے کھیلا ضرور تھا۔ اس لیے جب اس کے ہاتھ اصل پستول آئی تو مائیکل نے اس مہارت سے حقیقی لوگوں پر گولی چلائی کہ اس کی آٹھ چلائی جانے والی گولیوں میں سے ایک بھی خطا نہیں گئی۔ مائیکل نے آٹھ بچوں کا نشانہ لیا جن میں سے 5 کو گولی سر پر لگی جبکہ 3 کو اوپر کے دھڑ پر۔ امریکہ کے کئی نشانہ باز اس بچے کے نشانے پر حیران رہ گئے جو اس نے تشدد آمیز ویڈیو اور کمپیوٹر گیمز سے سیکھا تھا۔ ان واقعات پر سابق امریکی صدر کلنٹن کی بیوی ہیلری کلنٹن نے کہا تھا: ”ہم کس قسم کی اقدار کو فروغ دے رہے ہیں جبکہ بچے ایسی ویڈیو گیمز کھیلتے ہیں جن میں جیتنے کا معیار یہ ہوتا ہے کہ کتنے بندوں کو قتل کیا گیا ہے یا کتنی جگہوں کو دھماکے سے اڑایا ہے۔“

یہ باتیں بتانے کا مقصد یہ ہے کہ کمپیوٹر اور ویڈیو کوئی بے ضرر تفریح نہیں ہیں۔ دجال کے تمام ایجنٹوں کی طرح یہ بھی بظاہر بے ضرر اور معصوم نظر آتی ہیں لیکن انسانی دماغ کا ستیاناس کر کے رکھ دیتی ہیں۔

خدا کی نافرمانی اور وقت کا ضیاع

ٹی وی ڈراموں اور فلموں میں ایک طرف معاشقے اور ان کے نت نئے طریقے دکھائے جاتے ہیں تو دوسری طرف قتل و غارت کے مناظر (Scenes) دکھائے جاتے

ہیں۔ ویڈیو اور کمپیوٹر گیمز میں انسانوں کو کتے کی طرح مار دیا جاتا ہے۔ انٹرنیٹ پر جب لڑکے لڑکیاں عشق معاشقوں کی گفتگو (Chatting) کرتے ہیں تو وہ آنکھوں اور ہاتھوں کی بدکاری ہوتی ہے حالانکہ قرآن کے مطابق زنا کے قریب بھی مت جاؤ۔ انٹرنیٹ پر 40فیصد سے زیادہ Downloadہونے والے پروگراموں کا تعلق فحاشی (Pornography) سے ہوتا ہے۔ اسلام میں اتفاقی نظر ملانے کے سوا مکرر دیکھنا بھی شرعاً منع ہے۔

جدید مائیکروسافٹ کمپیوٹر کے بانی بل گیٹس (Bill Gates)۔ جس کا شمار دنیا کے امیر ترین لوگوں میں ہوتا ہے اور جسے اس صدی کا قارون بھی کہا جاسکتا ہے، سے جب Newsweek رسالے کے ایک انٹرویو میں پوچھا گیا کہ اس کا مذہب کے متعلق کیا خیال ہے بل گیٹس نے جواب دیا

"An nefficient way to spend your time."

"مذہب انسان کا وقت استعمال کرنے کا ایک غیر موثر طریقہ ہے۔"

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بیسویں صدی میں انسان کا سب سے زیادہ وقت مذہب نے نہیں بلکہ کمپیوٹر نے ضائع کیا ہے۔ لوگ جب انٹرنیٹ پر بیٹھ کر کئی کئی گھنٹے Chatting کرتے ہیں تو انہیں وقت کی پرواہ نہیں ہوتی۔ ویڈیو اور کمپیوٹر گیمز کھیلنے والے کھیل میں ایسے محو ہوتے ہیں کہ پاس کسی کے بھی کھیل کے بعد گھڑی بتاتی ہے کہ ایک گھنٹہ گزر چکا ہے جبکہ اس کے سامنے بیٹھنے والے کو محسوس ہوتا ہے کہ ابھی دس منٹ سے زیادہ وقت نہیں گزرا۔ یہی حال ٹی وی کے سامنے بیٹھنے والوں کا ہوتا ہے۔

حل یہاں ہے!

شیطان اور ایک آنکھ والے دجال کے ایجنٹ انسانوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس

کر کے تشدد پر ابھارتے ہیں اور فحاشی کا دلدل دیتے ہیں۔ اس کے برعکس قرآن ہمیں صبر و شکر سکھاتا ہے اور اللہ کے فضل کی امید دلاتا ہے:

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿﴾ (سورہ النازعات: 40,41)

"اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا تھا، جنت اس کا ٹھکانا ہوگی۔"

ڈاکٹر جیمس گاربارینو اپنی کتاب "Lost Boys" (مطبوعہ نیویارک 1999ء) میں لکھتا ہے کہ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں میں دوسرے لوگوں کے لیے محبت اور رحمت کے جذبات پیدا کریں۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو میڈیا (ٹی وی، انٹرنیٹ، وش، فلمیں، ویڈیو اور کمپیوٹر گیمز، پاپ میوزک ویڈیوز) میں پیش کیے جانے والے تشدد اور فحاشی سے بھرپور مناظر سے دور رکھیں۔ امریکہ کی یونیورسٹی آف ہوائی (University Hawaii) کے ماہر نفسیات اینڈریو ویور (Andrew Weaver) کی تحقیق کے مطابق ماں باپ اپنے نوجوان بچوں کی تربیت کے دوران ان میں مذہب سے روحانی وابستگی پیدا کریں تو نوجوانوں کو بیہودہ تجربے (experience) اور معاشرے کے معیوب دور کے زہریلے اثرات سے بچاتا ہے۔

ماں باپ کا بچوں کے ساتھ کھانا کھانا بہت اہم ہے۔ مثلاً صبح کا ناشتہ اور رات کا کھانا ایک دسترخوان پر کھانا۔ والدین کو چاہیے کہ بچوں کے سوالات کے جواب دیں۔ وگرنہ اگر وہ اپنے بچوں کو نظر انداز (Neglect) کریں گے تو اس صورت میں بچوں کی شخصیت میں ایک طرح کا خلا (Social Vacuum) پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ٹی وی، کمپیوٹر یا ویڈیو گیمز میں جائے پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ والدین اپنے بچوں کو جو سب سے قیمتی چیز دے سکتے ہیں وہ وقت ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کے لیے صرف جسمانی لحاظ سے ہی نہیں بلکہ ذہنی لحاظ سے بھی موجود رہیں۔ کتنا ظلم ہے کہ ٹی وی کے دنیا کی مارکیٹ میں آنے کے ابتدائی زمانے میں تحقیق سے

پتہ چلا تھا کہ لوگوں کی اکثریت نے ٹی وی دیکھنے کی وجہ یہ بیان کرتی تھی کہ ٹی وی فیملی کو یکجا کرتا ہے حالانکہ ٹی وی فیملی کو یکجا نہیں بلکہ دور کرتا ہے۔ یہی حال دجال کے دوسرے ایجنٹوں کا ہے گھر میں شام کے وقت ایک طرف خاندان کے بزرگ اور بچوں کی والدہ ٹی وی پر ڈرامہ دیکھ رہے ہیں تو بیٹے کمپیوٹر پر گیم کھیلنے میں مشغول ہیں۔ بیٹی واک مین (Walkman) پر گانے سن رہی ہے تو والد صاحب انٹرنیٹ پر مصروف کار ہیں اور دنیا و مافیہا سے غافل۔ غرض خاندان کے افراد ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے بھی ایک دوسرے کے لیے اجنبی بنے ہوئے ہیں۔ گھر کے افراد میں گفتگو اور رابطہ (Active Interaction) بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے کیونکہ یہ انسان کو اخلاق سکھاتا ہے۔ ان میں انسانیت پیدا کرتا ہے بلکہ ان میں درد دل پیدا کرتا ہے کیونکہ ۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

روزے کی حکمتیں
مذہب و سائنس کی روشنی میں

شریعت اسلامی کے تمام احکامات کا مقصد انسانوں کو فائدہ پہنچانا ہے

رمضان کا مہینہ اسلامی کیلنڈر کا نواں مہینہ ہے۔ رمضان کو سال کے باقی مہینوں میں وہی اہمیت حاصل ہے جو جمعہ کے دن کو ہفتے کے باقی دنوں میں ہے۔ اس مہینے میں روزے رکھنا مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے اور یہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ہے۔ مسلمان اس ماہ کے روزے اللہ کے حکم کی اطاعت میں رکھتے ہیں تاہم جیسا کہ علامہ ابن القیم الجوزیہؒ نے فرمایا تھا کہ شریعت اسلامی کے تمام احکامات کا مقصد انسانوں کو فائدہ پہنچانا ہے (جلب المصالح و درء المفاسد)۔ رمضان کے روزوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے بہت سی حکمتیں رکھی ہیں اور روزوں کے فوائد انسانوں کو آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی حاصل ہوتے ہیں۔

روزے سے مجاہدۂ نفس اور انسانی کردار پر اثرات

ماہرین نفسیات کے مطابق تین خواہشات انسان میں سب سے شدید ہوتی ہیں۔

بھوک، پیاس اور جنسی خواہش۔ اگر انسان اُن پر قابو پا سکے تو وہ دیگر خواہشات پر آسانی سے قابو پا سکتا ہے۔ روزے کے دوران انہی تینوں خواہشات پر کنٹرول کرنا سکھلایا جاتا ہے۔ ماہرینِ نفسیات یہ بھی بتاتے ہیں کہ اگر کوئی عمل تین ہفتوں تک مسلسل کیا جائے تو اُس کی پختہ عادت پڑ جاتی ہے۔ رمضان کے چار ہفتوں کے روزے انسان کو ضبطِ نفس (Self Discipline) کی مکمل ٹریننگ دے دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کئی گناہوں کی زندگی گزارنے والے مسلمان رمضان کے مہینے کی ٹریننگ کی وجہ سے اپنے اندر جذبہ اور قوتِ ارادی پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنی باقی زندگی گناہوں سے تائب ہو کر گزارتے ہیں۔

عالمِ اسلام کے نامور ماہرِ نفسیات ڈاکٹر مالک بدری نے 1978ء میں ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (WHO) کی پہلی میٹنگ جس کا عنوان تھا "Promotion & Development of Traditional Medicine" کے لیے ایک تحقیق سوڈان میں شراب کے نشے میں ملوث لوگوں پر کی۔ (یہ کانفرنس جنیوا میں ہوئی تھی) اس تحقیق میں ڈاکٹر مالک بدری نے دریافت کیا کہ اس تحقیق کے تمام شرابی لوگوں نے رمضان کے مہینے میں شراب پینے کی عادت پر کنٹرول کر لیا تھا۔ صرف چند لوگوں نے رمضان کی شروع کی چند راتوں کو شراب پی تاکہ نشہ چھوڑنے کی علامات (Withdrawl Symptoms) پر قابو پا سکیں۔ اُن میں سے اکثر نے رمضان کے آخری ایام میں اپنے اندر ایک روحانیت محسوس کی کہ انہوں نے قرآن پر یہ حلف لیا کہ وہ آئندہ اس خبیث عادت سے توبہ کرتے ہیں۔ ماہرِ نفسیات ڈاکٹر بدری نے ان حضرات سے کئی سال بعد دریافت کیا تو انہیں اپنی توبہ پر قائم پایا (1)

اسی طرح رمضان کے مہینے میں مسلمان ممالک میں رمضان کے اثرات ہر خاص و عام

(1) Badri Malik (1997). The AIDS Crisis: An Islamic Socio-Culture Perspective Kuala Lumpur International Institute of Islamic Thought & Civilization

پیدا ہوتے ہیں۔ مسلم ممالک کے پولیس کے ریکارڈ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ماہ رمضان میں چوری، ڈکیتی، گاڑیوں کے حادثات، آبرو ریزی کے واقعات اور اسی طرح کے دوسرے جرائم کی شرح میں سال کے باقی مہینوں کے مقابلے میں واضح کمی واقع ہو جاتی ہے۔

روزے کے متعلق سائنسی تحقیقات

روزے کے بے شمار فوائد و ثمرات ہیں۔ مغربی عیسائی محقق ایلن کاٹ (Allan Cott) اپنی کتاب "Fasting as way of Life" میں رقمطراز ہے:

"Fasting brings a wholesome physiological rest for the digestive tract and central nervous system and normalizes metabolism." (1)

"روزے سے انسان کے نظام انہضام (معدے) اور دماغی نظام کو مکمل طور پر آرام ملتا ہے اور غذا کے ہضم کرنے کا عمل نارمل حالت پر آجاتا ہے۔"

انڈیا کے ڈاکٹر شانتی رنگوانی کے مطابق چونکہ روزے کے دوران جسم میں کوئی نئی خوراک نہیں جاتی اس لیے جسم میں نئے زہریلے مادے پیدا نہیں ہوتے اور جگر پوری تندہی سے پرانے زہریلے مادوں کو جسم سے صاف کرتا ہے۔ یہ اس لیے ہوتا ہے کیونکہ جسم کو کام کرنے کے لیے ایندھن کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ جسم میں پہلے سے پائے جانے والے زہریلے مادوں کو سب سے پہلے استعمال میں لاتا ہے۔ اس عمل سے خون صاف ہو جاتا ہے اور انسان کی جلد (Skin) پر ایک طرح کی تازگی اور چمک آجاتی ہے۔ (2)

(1) Cott. Allan (1977). Fasting as a Way of Life. New York. Bantam Books.

(2) Rangwani. Shanti B. (December 1998). "The Miracles of Fasting." In Comparative Religion. The Islamic Voice 12:12 (144)

اس سے یہ حدیث صحیح طور پر سمجھ میں آتی ہے :

لِكُلِّ شَيْءٍ زَكَاةٌ وَزَكَاةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ

(سنن ابن ماجه)

"ہر چیز پر زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔" (1)

زکوٰۃ مال میں سے گندگی نکال کر اس کو صاف کر دیتی ہے۔ اسی طرح روزہ جسم سے زہریلے مادے نکال کر اس کو صاف شفاف کر دیتا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے جسم پر کوئی برے اثرات مرتب نہیں ہوتے۔ عمان (اردن) کے یونیورسٹی ہسپتال کے محقق ڈاکٹر سلیمان نے 1404 ہجری کے رمضان میں صحت مند مسلمان رضاکاروں (جن میں 42 مرد اور 26 خواتین تھیں) پر تحقیق کی جن کی عمریں 15 سال سے 64 سال کے درمیان تھیں۔ رمضان کے شروع میں اُن کے وزن لیے گئے اور خون میں کولیسٹرول، جنسی ہارمونز، گلوکوز وغیرہ کو ناپا گیا۔ پھر رمضان کے آخر میں یہ عمل دہرایا گیا۔ اس تحقیق کا نتیجہ یہ تھا کہ ان روزہ دار مردوں اور عورتوں کا 4 سے 6 کلو تک وزن کم ہوا لیکن خون میں تمام اجزاء کی مقدار بالکل نارمل رہی۔ (2)

اسی طرح کی دوسری تحقیق تہران کی یونیورسٹی آف میڈیکل سائنس کے ڈاکٹر عزیزی

---

(1) سنن ابن ماجه عن ابی هریرة (کتاب الصیام) شیخ البانی نے "ضعیف ابن ماجہ" میں اس حدیث کو ضعیف کہا ہے (حدیث 341) امام ابوالحسن حنفی السندی "سنن ابن ماجه بشرح السندی" میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی موسیٰ بن عبیدہ الربذی ہے جو کہ ضعیف ہے۔

(2) Soliman, N. (Nov 1987). "The Effects of Fasting During Ramadan " Journal of Islamic Medical Association

اور معاونین نے 9 صحت مند روزہ دار مردوں پر کی اور ان کے خون کا رمضان سے پہلے، دسویں تاریخ کو، بیسویں اور 29 ویں رمضان کو معائنہ کیا۔ اس تحقیق کا خلاصہ یہ تھا کہ 29 دنوں تک روزانہ 17 گھنٹے اگر کھانے اور پینے سے اجتناب کیا جائے تو جسم کے ہارمونز (Hormones) پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ (1)

روزے کا ایک اور بہت بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کے جسم کا نظام دفاع (Immune System) مضبوط ہوتا ہے۔ تقریباً 10 سال پہلے ایک تحقیق چھپی تھی جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ افریقہ کے قحط زدہ لوگوں کو ملیریا اور ٹی بی کی بیماری ان کھاتے پیتے افریقیوں کے مقابلے میں، جو جا کر کیمپوں میں مقیم ہوتے ہیں، بہت کم ہوتی تھی۔ قحط میں ان لوگوں کے جسم کا نظام دفاع مضبوط ہو گیا تھا۔ (2)

امریکہ کے مسلمان سائنسدان ڈاکٹر ابراہیم سید کے مطابق لیبارٹری کے جانوروں پر درازی عمر کی تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ جب خوراک لینے کی مقدار کم کر دی جائے تو عمر لمبی ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر ابراہیم کے مطابق اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ کم خوراک کھانے کی صورت میں جسم میں زہریلے مادے کم پیدا ہوتے ہیں اور جسم کا نظام دفاع مضبوط ہو جاتا ہے۔ (3)

اس سلسلے میں ایک تحقیق سعودی عرب کے رسالے اھلاً وسہلاً کے فروری 1996ء کے شمارے میں چھپی جو کہ امریکہ کی سب سے مشہور ہارورڈ یونیورسٹی (Harvard University) کے میڈیکل سکول میں ڈاکٹر اسامہ قندیل نے کی۔ اس ریسرچ میں ڈاکٹر

(1) Azizi, F., et al. (Nov 1987). "Evaluation of Certain Hormones And Blood Constituents During Islamic Fasting Month." Journal of Islamic Medical Association

(2) Rangwani, Shanti B. (December 1998). "The Miracles of Fasting." The Islamic Voice 12:12 (144)

(3) Syed, Ibrahim B. (Dr.). (December 1998). "Ramadan Fasting: Scientific Perspective." The Islamic Voice 12:12 (144)

قندیل اور معاون سائنسدانوں نے کینسر اور ایڈز کے مریضوں کے جسم کے نظام دفاع پر روزے کے اثرات پر بہت سے تجربات کیے۔ ایک تجربے میں انہوں نے ایسے مریضوں میں جنہوں نے رمضان کے روزے رکھے یہ مشاہدہ کیا کہ کینسر کے خلیوں پر حملہ آور ہونے والے Killer T-Cells کی تعداد روزے رکھنے کی وجہ سے حیرت انگیز حد تک بڑھ گئی جبکہ جن مریضوں نے روزے نہیں رکھے تھے ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اسی طرح ایڈز کے مریضوں اور صحت مند رضاکاروں کے (جو رمضان کے روزے رکھ رہے تھے) جسم میں دفاعی خلیوں کی مقدار بالخصوص صحت مندوں اور مریضوں میں سے جنہوں نے روزے رکھے اُن کے جسم کے دفاعی خلیوں (Helper T-cells) کی تعداد بہت بڑھ گئی جبکہ یہ تعداد روزہ نہ رکھنے والوں میں نہیں بڑھی۔ یاد رہے کہ جسم میں Helper T-cells کی حیثیت آرمی کے فیلڈ مارشل کی طرح ہوتی ہے جو جسم کے تمام دفاعی خلیوں کو کنٹرول کرتے ہیں اور جسم میں داخل ہونے والے ہر قسم کے جراثیم کے خلاف جنگ کی تیاری کرتے ہیں۔ (1)

یورپ کے ایک عیسائی کیتھولک مصنف ڈاکٹر ژو فرائے (جوفرائے) نے اپنی کتاب روزہ (Fasting مطبوعہ پیرس) میں روزے کے متعلق بہت دلچسپ انکشافات کیے ہیں۔ ڈاکٹر جوفرائے کے مطابق روزہ صرف انسانوں میں ہی نہیں بلکہ کائنات کی اور چیزوں مثلاً درختوں اور حیوانوں میں بھی پایا جاتا ہے جیسے وحشی جانور جو بالکل فطری حالت میں رہتے ہیں۔ جس زمانے میں برف باری ہوتی ہے انہیں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ملتی اور بعض اوقات اس کا سلسلہ کئی مہینوں تک جاری رہتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ جانور مرتے نہیں۔ اس نے لکھا ہے کہ تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ جانور، پرندے، سانپ وغیرہ سب پہاڑوں کی غاروں میں چلے جاتے ہیں اور وہیں سو جاتے ہیں۔ اس کو "Hibernation" کہتے ہیں۔ وہ بیان کرتا ہے کہ یہ نہ کھانے اور نہ پینے کی حالت، یعنی روزے کے باعث اُن جانوروں میں

(1) Qandil, Usama (February 1996). Ahlan Wasahlan (Saudi monthly magazine) pg. 73

نئے سرے سے جوانی آجاتی ہے۔ جب سردیوں کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے اور بہار کا موسم آنے لگتا ہے تو ایسے پرندے جو اُن علاقوں میں ہیں، اُن کے پرانے پر (feathers) جھڑ جاتے ہیں اور نئے پر نکل آتے ہیں۔ اسی طرح سانپ کے متعلق وہ لکھتا ہے کہ اس کی کھال جھڑ جاتی ہے اور اس کو ایک نئی کھال یا نیا چمڑا ملتا ہے جو چمک دمک میں پہلے سے بہتر ہوتا ہے۔ اس زمانے میں ان روزہ رکھے ہوئے جانوروں میں پہلے سے زیادہ قوت اور پہلے سے زیادہ جوانی آجاتی ہے۔ اسی طرح بہ زمانہ فیاری کے زمانے میں درختوں کے سارے پتے جھڑ جاتے ہیں انہیں کوئی پانی نہیں دیا جاتا۔ گویا وہ روزے سے ہیں جو کئی ہفتوں چلتا ہے۔ یہ روزہ ختم ہونے پر درختوں کو ایک نئی جوانی حاصل ہوتی ہے جس جوش کونپلیں ان میں پھوٹتی ہیں اور نئے پھول اور پھل لگتے ہیں وہ اُن درختوں کی نئی جوانی، نئے حسن اور نئی قوت پر دلالت کرتے ہیں۔ ان مشاہدات کی روشنی میں ڈاکٹر جفرائے کا کہنا ہے کہ انسانوں کو بھی ہر سال روزے رکھنے چاہئیں۔ یہ ان کی صحت کے لیے بہتر ہے۔ یہ ان کو نئی توانائی اور نئی جوانی عطا کریں گے۔ آخر میں اُس نے نتیجہ نکالا ہے کہ انسانوں کو ہر سال تقریباً چالیس روزے ضرور رکھنے چاہئیں۔ یہ دلچسپ بات ہے کہ رمضان کے 30 روزوں کے علاوہ شوال کے 6 روزے ملا کر مسلمان 36 روزے رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر جفرائے جس حکمت کو آج سمجھے ہیں اس پر مسلمان چودہ سو سال سے عمل پیرا ہیں۔

رمضان اور اسلام کا فلسفۂ نیکی و بدی

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿ (سورہ البقرہ 183)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کر دیے گئے، جس طرح تم سے پہلے

دوسرے مذاہب کے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے۔ اس سے متوقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی۔"

اسلام سے پہلے کے مذاہب میں بھی روزے رکھنے کا تصور موجود تھا لیکن کسی مذہب میں روزے میں صرف پھل کھانے کی اجازت تھی تو کسی میں صرف آگ پر پکی ہوئی چیزوں سے اجتناب۔ کسی مذہب میں روزے کے دوران صرف دودھ پینے کی رخصت موجود تھی تو کسی میں صرف پانی پینے کی گنجائش۔ اسلام چونکہ قیامت تک کے لیے عالمگیر مذہب ہے اس لیے اس میں طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے سے مکمل اجتناب ہے۔ یہ دراصل اسلام کے فلسفہ نیکی و بدی کی بنیاد ہے۔ اسلام برائی کو جڑ سے ختم کرتا ہے یعنی (Nip the evil in the bud) دوسرے مذاہب میں روزے کے دوران کچھ نہ کچھ کھانے پینے کی اجازت تھی یا بعد کے مذہبی لیڈروں نے اجازت گھڑ لی تھی۔ اس لیے اُن مذاہب میں رفتہ رفتہ روزوں کی اہمیت ہی ختم ہو گئی۔ بالکل اسی طرح کہ عیسائیت اور یہودیت میں موسیقی، شراب نوشی، جوا (Gambling) وغیرہ کے متعلق برائی کو جڑ سے ختم کرنے والے احکامات موجود نہ تھے۔ آہستہ آہستہ شراب نوشی اُن میں عام ہو گئی۔ موسیقی، ناچ گانا اور جوا (Bingo) اُن کے گرجوں (چرچوں) میں کھیلا جانے لگا۔ یہی حال ہندوؤں کے مندروں میں ہوا کہ سرعام ناچ گانا اور شراب نوشی مذہب کے نام پر ہونے لگی۔

اسلام کے نیکی اور بدی کے متعلق واضح احکامات کی وجہ سے یہ کام کبھی کسی چور دروازے سے داخل نہ ہو سکے۔ اسی طرح اسلامی روزوں میں صبح سے شام تک کھانے پینے سے مکمل اجتناب کی وجہ سے تمام مذاہب کے روزوں کے مقابلے میں صرف اسلام میں روزے ایک سنجیدہ عبادت سمجھے جاتے ہیں۔ اسلام نے بتایا کہ جو چیز زیادہ مقدار میں حرام ہے وہ تھوڑی مقدار میں بھی حرام ہے۔ شراب کا جام بھی حرام ہے اور ایک گھونٹ بھی۔ زنا کے قریب بھی جانے

سے منع کر دیا گیا۔ اسی طرح پانی کا ایک گلاس پینے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور ایک گھونٹ پینے سے بھی۔

قرآن اور رمضان کی مناسبت

بنی نوع انسان روح اور جسم کا حسین امتزاج ہے۔ امریکی ماہر نفسیات ابراہم میسلو (Abraham Maslow) نے انسان کی فطری خواہشات و ضروریات پر تحقیق کی جو کہ میسلو کا اہرام (Maslow's Pyramid) کہلاتی ہے۔ اس تحقیق کے مطابق تمام انسانوں کی سب سے بنیادی ضرورت صرف غذا، پانی اور سر چھپانے کی جگہ (Food, Water and shelter) کی ہوتی ہے۔ جب یہ خواہشات پوری ہو جاتی ہیں تو وہ اپنی عزت نفس کی تسکین کے لیے مختلف فنون میں کمال حاصل کرتا ہے۔ میسلو کے اس نظریے روٹی، کپڑا اور مکان نے مغرب میں بہت پذیرائی حاصل کی کیونکہ اس کی بنیاد ڈارون کے نظریہ پر ہے کہ انسان اور حیوان کی اصل ایک ہے۔ در حقیقت میسلو کا یہ نظریہ صرف نصف حقیقت ہے۔ اس نے انسان کی ایک اور بنیادی ضرورت یعنی جذبہ عبودیت (Worship Instinct) کو اس میں سرے سے شامل ہی نہیں کیا۔ دراصل جذبہ عبودیت روح کی خصوصیت ہے۔ انسانی جسم کی تخلیق اور روح کا منبع ملکوتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ انسان میں روح فرشتہ آ کر پھونکتا ہے اسی لیے روح کی اٹھان آسمانوں کی طرف ہوتی ہے۔ جب کہ جسم کا رجحان سفلیت کی طرف ہے۔ روزے کا مقصد انسان کی روح ملکوتی (Angelic element of soul) کو نفسانی خواہشات (Carnal Desires) کے اثرات سے بڑی حد تک آزادی دینا ہے۔ انسان کی تمام زندگی اس کے روحانی وجود اور مادی وجود کے درمیان کشمکش جاری رہتی ہے

اور اکثر اوقات جیت مادی وجود کی ہوتی رہتی ہے۔ اگر کافی عرصہ تک اس تصادم میں مادی وجود انسان کے روحانی وجود پر مسلسل غالب آیا رہے تو روح پر بیہوشی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یہی وہ مقام (stage) ہوتی ہے جب روح اور جسم کے سنگم یعنی انسانی دل پر مہر لگ جاتی ہے :

﴿ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا ﴾ (سورۃ الاعراف آیت 179)

"ان کے دل ہیں لیکن وہ ان سے سوچتے نہیں ہیں۔"

رمضان کا مہینہ دراصل روح انسانی کو غذا میسر پہنچانے کا مہینہ ہے۔ انسان کا جسمانی وجود اس مٹی سے بنا (terrestria) ہے۔

﴿ مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ﴾

(سورۃ طٰہٰ آیت 55)

"اس زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے اسی میں ہم تمہیں واپس لے جائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے"

اس لئے انسان کے حیوانی وجود کی غذا بھی اس دنیا سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے برعکس انسان کے روحانی وجود کا منبع دوسری دنیا ہے۔

﴿ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴾ (سورۃ البقرہ : 156)

"ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے"

اس لیے ہمارے روحانی وجود کی غذا بھی آسمانی (celestial) ہونی چاہیے۔

ہمارے روحانی وجود کی غذا قرآن ہے جو اللہ کی طرف سے آیا ہے۔ رمضان کی قرآن سے گہری مناسبت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نزول کے لیے رمضان کے مہینے کو منتخب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلی وحی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت اتاری جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں معتکف تھے۔ بعض احادیث میں آتا ہے کہ رمضان میں حضرت جبرائیل ہر شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرات قرآن کا مذاکرہ کرنے کے لیے تشریف لایا کرتے تھے۔ غرض سال کے باقی گیارہ مہینوں میں انسان کے حیوانی وجود (carnal self) کی غذا کا بندوبست کیا جاتا ہے جب کہ رمضان کے مہینے میں انسان کے روحانی وجود (spiritual self) کو غذا مہیا کی جاتی ہے اور یہ غذا قرآن کی تلاوت، نماز تراویح کا اہتمام، نوافل کی ادائیگی، قرآن پر تفکر و تدبر، کے ذریعہ انسان کی روح کو تقویت دیتی ہے اور سال کے اگلے گیارہ مہینوں کے لیے ضروری قوت (Jumpstart) فراہم کر دیتی ہے۔

روزے کی آفات اور ان کا علاج

حدیث میں آتا ہے

اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ ۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الصوم)

"روزہ ڈھال ہے۔" یعنی روزہ انسان کو شیطان اور نفس کے اثر سے بچاتا ہے۔
روزے کے روحانی فوائد تب ہی حاصل ہوتے ہیں جب اُن کی آفات سے بچا جائے ورنہ انسان کو بھوکا رہنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الصوم)

روزے کی ایک آفت مزے دار اور چٹخارے دار کھانوں کا بڑھا ہوا شوق ہے۔ بعض لوگ روزے کی پیدا کی ہوئی بھوک اور پیاس کو نفس کشی کے بجائے نفس پروری کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ خصوصاً مرد حضرات اپنی بیویوں کو صبح سے شام تک طرح طرح کے کھانے بنانے میں مصروف رکھتے ہیں اور پھر افطار سے اگلے دن کی سحری تک اپنے پیٹ کی تواضع میں اپنا وقت گزارتے ہیں۔ روزے کا اصل مقصود انسان کے جسمانی وجود کو اس کی بنیادی ضروریات سے محروم کر کے اس کے روحانی وجود کو تقویت دینا ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیں رمضان میں اپنی خوراک میں اضافہ نہیں کرنا چاہیے اور خواتین کو کچن میں چولہے کے سامنے زیادہ وقت لگانے پر مجبور کرنے کی بجائے قرآن کے سامنے زیادہ وقت گزارنے کا موقع بہم پہنچانا چاہیے۔ ہماری خواتین کو بھی اپنے روحانی وجود کو تقویت دینے کا موقع ملنا چاہیے۔

روزے کی حالت میں بازار کے بغیر ضرورت چکروں سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ حدیث نبوی ہے:

إِنَّ أَحَبَّ الْبِقَاعِ إِلَى اللّٰهِ الْمَسَاجِدُ وَأَبْغَضُ الْبِقَاعِ إِلَى اللّٰهِ الأَسْوَاقُ۔ (البزار احمد)(1)

"(اللہ کی نگاہ میں سب سے پسندیدہ جگہیں مساجد ہیں اور سب سے بری جگہیں بازار (مارکیٹیں) ہیں۔"

ویسے تو عام حالات میں بھی بالخصوص عورتوں کا بازار جانا فتنے سے خالی نہیں ہوتا۔ اسلام نے بازار سے سودا سلف لانے کی ذمہ داری مردوں پر عائد کی ہے۔ اگر عورتوں کو بازار جانا ہی پڑے تو مکمل پردے میں اپنے محرم مردوں کے ساتھ جانا چاہیے سوائے ان حالات کے کہ

---

(1) اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح کا درجہ دیا ہے۔ اس حدیث کو مسلم نے بھی مرفوعاً روایت کیا ہے اور ابغض کی جگہ البلاد کا لفظ استعمال ہوا ہے

جب کوئی انتہائی مجبوری آن پڑے کیونکہ بازار فتنے کی جگہیں ہوتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں ناپسند کیا ہے۔ البتہ جو مرد حضرات بازار میں کام کرتے ہیں ان کا معاملہ علیحدہ ہے۔ بہرحال روزہ کی حالت میں بلا وجہ بازار جانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

کئی مرتبہ روزہ کی حالت میں لوگ جب ملاقات کرتے ہیں تو گفتگو کے دوران ٹائم گزارنے کے لیے کسی کی غیبت شروع کر دیتے ہیں۔ روزے کی بھوک میں آدمی کا گوشت بڑا لذیذ لگتا ہے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ روزے کی حالت میں آدمی کو اگر یہ لذیذ مشغلہ مل جائے تو وہ غیبت، جھوٹ اور تمسخر کی گفتگو کا انبار لگا رہتا ہے اور اس بات سے بالکل غافل ہو جاتا ہے کہ ایسے اعمال روزے کو غارت کر کے رکھ دیتے ہیں۔ روزہ داروں کو حضرت عمر فاروقؓ کی یہ نصیحت یاد رکھنی چاہیے:

"لوگوں کا ذکر مت کرو کہ اس میں بیماری ہے

اللہ کا ذکر کرو کہ اس میں شفا ہے" (احیاء العلوم الدین)

روزے کی ایک اور آفت یہ ہے کہ بعض لوگوں کے لیے روزے کی حالت میں کھانے پینے سے اجتناب کی وجہ سے وقت کاٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے وہ وقت گزاری کے لیے ٹی وی پر ڈرامے دیکھنا شروع کر دیتے ہیں یا کیبل یا ڈش ٹی وی کے سامنے چینل بدلتے رہتے ہیں یا ناول، افسانے پڑھتے ہیں یا انٹرنیٹ پر بے مقصد ویب سرفنگ (websurfing) کر کے ٹائم پاس کرتے ہیں۔ انھیں اس بات کا علم تک نہیں ہوتا کہ ایسے مشاغل آدمی کے روزے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ اللہ کو ان کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ روزے کی حالت میں بہترین عمل تلاوت قرآن اور تفکر و تدبر قرآن ہے۔ جن لوگوں کو روزے کی حالت میں بہت بے چینی ہو اور کسی سے گپ شپ لگانے کو جی چاہے انھیں اپنے ساتھ موجود دوسرے شخص کو قرآن کا ترجمہ اور تفسیر سنانی شروع کر دینی چاہیے یا قرآن کے رموز و نکات پر

گفتگو کرنی چاہیے۔ اللہ کا ذکر کرنا چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنا چاہیے۔ اللہ کے راستے میں صدقات دینے چاہئیں اور صدقہ و خیرات کرنے کے نئے نئے طریقے سوچنے چاہئیں کیونکہ رمضان کے روزوں کا مقصد ہمیں متقی بنانا ہے جیسے کہ قرآن میں ارشاد ہے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

"اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی۔"

عقیدۂ آخرت اور حقیقی ذہانت

(Belief in Hereafter and Emotional Intelligence)

توحید کے عقیدے کی طرح آخرت کا عقیدہ بھی اسلام میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ عقیدۂ آخرت کی اسی اہمیت کی وجہ سے قرآن میں اکثر جگہوں پر "ایمان باللہ" اور "ایمان بالیوم الآخر" کا ذکر ساتھ ساتھ کیا گیا ہے۔ کہیں ارشاد فرمایا ہے: یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور کہیں فرمایا ہے: مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

آخرت کے عقیدے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا یقین کیا جائے کہ اس دنیا کی زندگی کے بعد ایک اور زندگی (Life in Hereafter) آنے والی ہے اور وہاں انسان کو اس دنیا میں کیے ہوئے اس کے اچھے یا برے اعمال کی جزا اور سزا ملے گی۔ یہ دنیا دارالامتحان ہے اور آخرت دراصل دارالجزاء ہے۔ اسلام میں ہر وقت آخرت کو یاد رکھنے کا درس دیا جاتا ہے اور ہمیں یاد دلاتا ہے کہ دنیا کی زندگی تو صرف آپس میں فخر جتانے (boasting) کا دوسرا نام ہے۔

اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ
وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ
يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ

وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾

(الحدید آیت 20)

" خوب جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا (boasting) اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش ہوگئی تو اس سے پیدا ہونے والی نباتات کو دیکھ کر کاشتکار خوش ہوگئے پھر وہی کھیتی پک جاتی ہے اور تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہوگئی۔پھر وہ بھس بن کر رہ جاتی ہے۔اس کے برعکس آخرت وہ جگہ ہے جہاں سخت عذاب ہے اور اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے۔ دنیا کی زندگی ایک دھوکے کی ٹٹی (deceiving enjoyment) کے سوا کچھ نہیں۔"

پھر اس پر مستزاد یہ کہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں اپنی مدت کے لحاظ سے کچھ بھی نہیں۔قیامت کے دن حساب کتاب کے لیے کھڑا ہونے کا دورانیہ (duration) ہی انسانی زندگی سے کئی گنا زیادہ ہوگی۔یعنی دنیا اور آخرت کا کسی طور بھی مقابلہ نہیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

وَاللّٰهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهُ هٰذِهِ فِي الْيَمِّ، فَلْيَنْظُرْ بِمَ تَرْجِعُ ۔

(مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمها و اهلها باب 14 حدیث 2858)

"اللہ کی قسم! آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال بس اتنی ہے، جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی دریا میں ڈال کر نکالے پھر دیکھے (کہ انگلی کتنا پانی) لے کر لوٹی ہے"

اسی وجہ سے ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو دنیا کی محبت اور اس میں دل لگانے سے بچاتا ہے۔

عَنْ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

قَالَ: اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا حَمَاهُ الدُّنْيَا كَمَا يَظَلُّ اَحَدُكُمْ يَحْمِيْ سَقِيْمَهُ الْمَاءَ۔ (رواہ ترمذی) (1)

"حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو دنیا سے اس کو اس طرح پرہیز کراتا ہے جس طرح کہ تم میں سے کوئی اپنے مریض کو پانی سے پرہیز کراتا ہے (جبکہ اس کو پانی سے نقصان پہنچتا ہو)۔"

یہ اللہ تعالیٰ اس لیے کرتا ہے تاکہ اس کے قریبی لوگ (سابقین) (Forerunners) کہیں دنیا کو آخرت پر ترجیح (Preference) نہ دے بیٹھیں۔

قرآن کا ایک تہائی سے زیادہ حصہ آخرت کے متعلق ہے یہاں تک کہ امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا تھا کہ اگر ہم قرآن پر غور کریں تو ہمیں شاید ہی قرآن کا کوئی ایسا صفحہ نظر آئے جس میں آخرت کا ذکر نہ ہو۔ ہمارا اصل وطن دراصل جنت ہے جہاں سے ہمارے دادا آدم علیہ السلام نکالے گئے تھے اور ہماری لاشعوری یادداشت (Primordial memory) میں جنت سے نکلنے کا غم موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان دنیا کی زندگی میں تمام عمر سکون تلاش کرتا رہتا ہے لیکن وہ اسے نہیں ملتا۔ وہ سکون یا تو اللہ کی یاد میں ملتا ہے یا پھر جنت میں واپس جا کر ملے گا۔ یہ ٹھیک ہے کہ قرآن ہمیں کہتا ہے کہ

وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا
(سورہ القصص: 77)

(جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں سے بھی

---

(1) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کا درجہ دیا ہے۔ مزید برآں، اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک علی الصحیحین (کتاب الرقاق) میں بھی روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔

اپنا حصہ فراموش نہ کر)

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا کی طلب اور اپنا معیار زندگی (Standard of life) بلند کرنے کی دھن انسان پر سوار ہو جائے کیونکہ قرآن کہتا ہے

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ﴿ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴾ (سورہ التکاثر آیات 1,2)

(تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دھن نے غفلت میں رکھا ہے یہاں تک کہ (اسی دوڑ میں) تم قبر تک پہنچ جاتے ہو۔)

امام نوویؒ نے تو یہاں تک فرمایا تھا کہ سورہ القصص میں یہ جو ارشاد ہے کہ دنیا میں سے اپنا حصہ نہ فراموش کرو یہ دراصل کفن ہے کیونکہ صرف یہی چیز ہم دنیا سے مرتے وقت اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔

آج مسلمانوں کی دین پر عمل نہ کرنے کی اصل وجہ دین کے علم کی کمی نہیں بلکہ ایمان کی کمی ہے کیونکہ بنیادی دینی علم تو سب کو اچھی طرح پتہ ہے۔ ایمان، آخرت پر یقین سے بنتا ہے۔ اسلام ہمیں آخرت کا بندہ (Akhirah-oriented person) بنانا چاہتا ہے۔ وہ ہمیں دنیا کا بندہ (dunya oriented person) بننے سے منع کرتا ہے۔ آخرت کی فکر اور اس کے لیے کوشش ہی اصل ذہانت (intelligence) ہے۔ انسان میں مقابلہ کرنے (competition) کی خواہش فطرتاً موجود ہوتی ہے۔ اسلام ہمیں یہ کہتا ہے کہ دنیا زیادہ سے زیادہ سمیٹنے میں مقابلہ کرنے کی بجائے آخرت میں آگے نکلنے میں مقابلہ کرنا چاہیے

وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴾ (سورہ المطففین-26)

"جو لوگ دوسروں پر بازی لیجانا چاہتے ہوں وہ اس چیز (جنت کی نعمتوں) کو حاصل کرنے میں بازی لیجانے کی کوشش کریں۔"

صحابہ کرامؓ کی ساری زندگیاں نیکی میں مقابلہ کرنے میں گزر گئیں۔ حضرت عمر فاروقؓ روزانہ فجر کی نماز کے بعد ایک نابینا بڑھیا کے گھر جاتے کہ اس کا گھر کا کام کر دیں۔ لیکن دیکھتے کہ

کوئی شخص فجر کی نماز سے پہلے ہی اس کے گھر کا کام کاج کر چکا ہوتا ہے بالآخر انھیں پتہ چلا کہ وہ ابوبکر صدیقؓ تھے

محمد بن حاتم وراق امام بخاریؒ کے قریبی شاگرد تھے۔ ایک دفعہ محمد بن حاتم وراق امام بخاری کے گھر ٹھہرے تو انھوں نے بعد میں بیان کیا "میں نے دیکھا کہ امام بخاری رات میں 15 سے 20 دفعہ بستر سے اٹھے۔ ہر دفعہ امام بخاری نے چراغ روشن کیا پھر انھوں نے چند احادیث نکالیں اور اُن پر نشان لگایا اور پھر چراغ گل کر کے واپس بستر پر لیٹ گئے۔" دینِ اسلام میں سبقت لینے کی یہی تڑپ تھی کہ آج امام بخاری کی مرتب کی ہوئی صحیح البخاری۔ قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب سمجھی جاتی ہے اَصَحُّ الْکِتَابِ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہ

امام مالک صحراء کی چلچلاتی دھوپ میں امام نافع کے گھر کے سامنے درخت کے نیچے ظہر کے وقت لیٹ جاتے تھے تاکہ جب امام نافع گھر سے نکلیں تو امام مالک اُن سے حدیث سیکھ سکیں۔ بالآخر امام مالک حدیث کے امام بن گئے۔

اسلام یہ چاہتا ہے کہ دنیا کے معاملے میں ہمارے اندر قناعت (Content) پیدا ہو لیکن آخرت کے معاملے میں ہمارے اندر مقابلے کی خواہش اور اضطراب (restlessness) پیدا ہو جائے۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے محقق ہاورڈ گارڈنر (Howard Gardner) نے اپنی کتاب Frames of Mind. The Theory of Multiple Intelligences (طبع نیویارک، Basic Books, 1993ء) میں ثابت کیا تھا کہ ذہانت کی مختلف اقسام ہیں مثلاً جسمانی ذہانت، حسابی ذہانت، جذباتی ذہانت، فنی ذہانت۔ اس کے بعد امریکہ کی کولمبیا یونیورسٹی کے ماہر نفسیات ڈاکٹر ڈینیل گولمین (Daniel Goleman) نے اپنی مقبولِ عام کتاب "Emotional Intelligence" میں ثابت کیا کہ انسان کی جذباتی ذہانت سے اس کے مستقبل میں کامیابی یا ناکامی کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔

اپنی کتاب میں ڈاکٹر گولمین نے کولمبیا یونیورسٹی میں کیے گئے مارشمیلو ٹیسٹ Marshmallow Test کا ذکر کیا۔ Marshmallow ایک مغربی ممالک میں بچوں کی پسندیدہ مٹھائی ہوتی ہے جس کے ٹکڑے روئی کے گولوں سے کچھ چھوٹے سائز کے ہوتے ہیں۔ امریکہ کی سٹینفورڈ یونیورسٹی (Stanford University) کے محققین نے یونیورسٹی کیمپس کے Pre school کے 4 سالہ بچوں پر یہ تحقیق کی۔ ان بچوں میں سے ہر ایک کو علیحدہ کمرے میں رکھا گیا جہاں ایک میز اور کرسی تھے اور ٹیبل پر ایک عدد مزیدار مارشمیلو (Juicy Marshmallow) رکھا ہوا تھا۔ ہر کمرے میں موجود بچے کو سائنسدان نے یہ بتایا کہ اس نے کسی کام سے تھوڑی دیر کے لیے باہر جانا ہے (کمرے سے غائب ہونا ہے) اس دوران میں اگر وہ بچہ چاہے تو وہ ایک مارشمیلو کھا سکتا ہے لیکن اگر اس نے محقق کے واپس آنے کا انتظار کیا اور اپنی خواہش کو کنٹرول کیا تو اسے دو عدد مارشمیلو کھانے کو ملیں گے۔

"I am leaving for a few minutes to run an errand and you can have this marshmallow while I am gone, but if you wait until I return, you can have two marshmallows." (1)

پھر محققین نے کمرے سے باہر کھڑکی پر لگے یک طرفہ شیشے (One-way mirror) سے جس سے محقق تو بچوں کو کمرے میں دیکھ سکتا تھا لیکن بچے کو باہر کچھ نظر نہ آرہا تھا، بچوں کے رویے (behaviour) کا مشاہدہ کیا۔ بعض بچوں نے اپنے نفس کو قابو میں رکھنے کی بھرپور کوشش کی کہ وہ ٹیبل پر پڑے ایک مارشمیلو کو نہ کھائیں۔ کچھ بچوں نے اپنی توجہ مارشمیلو سے ہٹانے کیلئے اپنے آپ سے باتیں کرنا شروع کر دیں۔ کچھ بچوں نے کمرے میں چلنا پھرنا شروع کر دیا۔ کچھ بچوں نے مارشمیلو کھا جانے کے ڈر سے سے بچنے کے لیے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا (کیونکہ وہ بہرحال صرف 4 سال کے بچے تھے) لیکن بچوں کی اکثریت ایسی تھی جو اپنے نفس

(1 Goleman, Daniel (1996) "Emotional Intelligence; Why It Can Matter More Than IQ" New York, Bantam Books.

پر ضبط نہیں کرسکے اس لیے انھوں نے ہاتھ آگے بڑھا کر ٹیبل پر موجود ایک مارشمیلو فوراً ہڑپ کر لیا۔ اُن بچوں نے اپنے حرص کو کنٹرول (Control) کرنے کی بجائے فوری تسکین (immediate gratification) کو ترجیح دی۔ تجربے کے اختتام پر محققین نے کمروں میں واپس آ کر صبر کرنے والے بچوں کو انعام میں وعدہ دو مارشمیلو دیئے اور انھیں گھر بھیج دیا۔ اس کے بعد محققین نے اگلے 16 سالوں تک اُن بچوں کی تعلیمی کارکردگی (academic progress) کا مشاہدہ کیا۔ اس طویل "Marshmallow Test" کا نتیجہ یہ نکلا کہ اپنی خواہشات پر کنٹرول کرنے کی صلاحیت (Impulse Control Ability) کی پیمائش کرنے سے کسی کی مستقبل کی تعلیمی کارکردگی اور معاشرے میں کامیابی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس تجربے میں پتہ چلا کہ جن بچوں نے اپنے حرص کو کنٹرول کیا تھا اور حرص کی تسکین میں تاخیر (delayed gratification) کی تھی، 14 برس گزرنے کے بعد جب وہ ہائی سکول (12ویں جماعت) سے گریجویٹ ہوئے تو اُن کے نمبر اُن بچوں کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ تھے جنھوں نے اس ٹیسٹ میں بچپن میں اپنے حرص پر کنٹرول نہیں کیا تھا۔ ڈاکٹر ڈینیل گولمین (Daniel Golemen) کے الفاظ میں:

"As high-school seniors, those who had "passed" the test were more academically competent: better able to put their ideas into words, to use and respond to reason, to concentrate, to make plans and follow through on them, and more eager to learn. Most astonishingly, they had dramatically higher scores on their SAT tests." (1)

"ہائی سکول میں بارہویں جماعت کے طالب علم کے طور پر جن لڑکوں لڑکیوں نے بچپن میں مارشمیلو ٹیسٹ پاس کر لیا تھا (یعنی اپنے حرص کو قابو میں رکھنے میں کامیاب ہوئے تھے) وہ

(1) Goleman, Daniel (1996) "Emotional Intelligence: Why It Can Matter More Than IQ" New York, Bantam Books.

تعلیمی لحاظ سے زیادہ لائق تھے، وہ اپنے خیالات کو آسانی سے ضبطِ تحریر میں لا سکتے تھے، منطقی لحاظ سے سوچتے تھے، اپنی توجہ مرکوز کر سکتے تھے، مستقبل کے پلان بنا سکتے تھے اور ان پر عمل درآمد بھی کر سکتے تھے اور علم حاصل کرنے کے دوسرے نوجوانوں کے مقابلے میں زیادہ شوقین تھے۔ سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ ان نوجوان لڑکوں لڑکیوں کے SAT Tests (یعنی سرکاری بورڈ کے امتحانات) میں باقی بچوں کے مقابلے میں کئی گنا اچھے نمبر آئے تھے۔"

اور پیش کیے گئے تجربے میں جن بچوں نے محقق کی غیر موجودگی میں اپنی خواہشات پر کنٹرول کیا اور محقق کے غیب کے وعدے پر یقین کیا کہ انھیں اپنے نفس پر کنٹرول کی صورت میں دوہرا اجر (Double Reward) ملے گا وہی بچے مستقبل میں زیادہ ذہین (Emotionally Intelligent) ثابت ہوئے اور اگلی زندگی (یعنی کالج لائف اور بعد کی زندگی) میں زیادہ کامیاب ہوئے۔ اس کے برعکس جن بچوں نے اپنے نفس پر کنٹرول نہیں کیا اور محقق کے غیب کے وعدے پر یقین نہیں رکھا انھیں بعد میں کوئی اجر (Reward) نہیں ملا اور وہ مستقبل کی زندگی میں بھی کامیاب ثابت نہیں ہوئے کیونکہ انھوں نے زندگی کے ہر موقعے پر مستقبل پر نگاہ نہیں رکھی اور فوری فائدے کی طرف بھاگے۔ اپنے نفس کو کنٹرول نہیں کیا اور نفس کی فوری تسکین (Immediate gratification) کی

اگر غور کیا جائے تو اسلام کا تصورِ آخرت بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ آج اللہ تعالیٰ نظر نہیں آرہا لیکن اس نے اپنے بندوں کو اپنی کتاب کے ذریعے ہدایات بھیجی ہوئی ہیں۔ اب جو لوگ غیب کے وعدے پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے نفس کو اللہ کی نافرمانی سے روک کے رکھتے ہیں یہ جو جانتے ہیں کہ اپنی دنیا کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے یا دنیا میں زیادہ سے زیادہ لطف اٹھانے کی خواہشات کی تسکین میں تاخیر (Delay in Gratification) کریں گے تو انھیں اللہ کے ہاں دوہرا ہی نہیں بلکہ کئی گنا اجر ملے گا۔ بس وہی لوگ ذہین (Emotionally Intelligent) ہیں۔ ان کے برعکس جو لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے اور

"بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست"

(بابر! عیش کرلے کہ اس دنیا نے دوبارہ نہیں ہونا)

یا جیسا کہ کئی دہریہ حضرات کہتے ہیں:

"آگے جہاں ہے اگلا کس نے دیکھا"

(اس دنیا میں مطلب اٹھا لو اگلی دنیا کس نے دیکھی؟)

ایسے لوگ دراصل اپنے نفس کو کنٹرول کرنا نہیں جانتے یا نہیں چاہتے اور آخرت کے اجر سے محروم رہیں گے۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ﴾ (سورۃ الرحمٰن: ۴۶)

(اور ہر وہ شخص جو (قیامت کے روز) اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے کا خوف رکھتا ہے اس کے لیے دو جنتیں ہوں گی۔

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ﴾ ﴿ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴾ (سورۃ النازعات: ۴۰، ۴۱)

(اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا تھا جنت اس کا ٹھکانہ ہوگی۔)

اسلام ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ نہ صرف برے کاموں سے ہم رکیں بلکہ جائز خواہشات کی تسکین میں بھی ایک خاص حد سے زیادہ نہ بڑھیں ورنہ اس دنیا کی دوڑ کی تو کوئی انتہا نہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب نے میرے ہاتھ میں گوشت کا ایک ٹکڑا دیکھا جو میں نے بازار سے خریدا تھا۔ انھوں نے مجھ سے

پوچھا: مَاهٰذَا يَاجَابِر! (اے جابر یہ کیا ہے؟)

حضرت جابرؓ نے جواب دیا: اِشْتَهَيْتُ لَحْمًا ، فَاشْتَرَيْتُهُ

(میری خواہش ہوئی کہ گوشت کھاؤں تو میں نے گوشت خرید لیا)

یہ سن کر حضرت عمرؓ بن خطاب نے مجھ سے کہا:

أَوَكُلَّمَا اشْتَهَيْتَ اشْتَرَيْتَ ، أَمَا تَخَافُ هٰذِهِ الْآيَةَ: أَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا. (سورہ الاحقاف:20)

"کیا ہر وہ چیز جس کو خریدنے کا تمہارا جی چاہتا ہے وہ تم خرید لیتے ہو۔ کیا تم قرآن کی اس آیت سے خوفزدہ نہیں ہو: "(آخرت کے منکروں سے کہا جائے گا) تم اپنے حصے کی نعمتیں اپنی دنیا کی زندگی میں ختم کر چکے اور ان کا لطف تم نے اٹھا لیا۔" (الآداب الشرعية) (1)

آج مسلمان اپنی زندگیوں پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ان میں بھی مغربی سوسائٹی کا شاپنگ کرنے والا کلچر (Consumer Culture) عام ہوتا جا رہا ہے۔ امریکی محقق ایرک لارسن (Eric Larson) نے اپنی کتاب "The Naked Consumer" میں مغرب کے اِس Consumer Culture پر شدید تنقید کی ہے جس میں اشتہاری صنعت (Advertising Companies) کا مقصد لوگوں کے رجحانات کا مسلسل مطالعہ ہوتا ہے جس میں عورت کے جسم کو مارکیٹنگ کا آلہ بنایا جاتا ہے۔ جنسی خواہش کو نسلِ انسانی کو آگے بڑھانے کے لیے تخلیق کیا گیا تھا لیکن اشتہارات میں عورتوں کے جسم کی نمائش کر کے انسان کی اس جنسی خواہش کے ساتھ کھیلا جاتا ہے تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ اشیا خریدیں، زیادہ سے زیادہ شاپنگ کریں۔(2)

---

(1) محمد بن مفلح المقدسي الحنبلي، الآداب الشرعية: ۳/ ۲۲۴

(2) Larson, Eric (1992) The Naked Consumer: How our Private Lives become public commodities. New York, Henry Holt & Co.

اسلام ضروریاتِ زندگی کے خریدنے کے خلاف نہیں لیکن اسلام صرف دنیاوی خواہشات کے لیے جینے کے خلاف ہے۔ اسلام ہمیں آخرت کے لیے جینے والا انسان

(Akhirah-oriented person) بنانا چاہتا ہے جس کا حال یہ نہ ہو کہ

اَوَ كُلَّمَا اشْتَهَيْتَ اشْتَرَيْتَ بلکہ وہ ایسا ہو کہ دنیا میں مسافر کی طرح رہے:

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ

(صحیح بخاری عن ابن عمر)

(دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی اجنبی یا کوئی مسافر)

جو شخص یہ جانتا ہے کہ اس کا اصل گھر دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں جنت میں ہے اُسے اشتہاری کمپنیوں کے اِس نعرے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

"Hey, you only live once so why not live it up."

(زندگی صرف ایک مرتبہ ہے پھر کیوں نہ زندگی کو بھرپور طریقے سے گزارا جائے)

اِس نعرے کے برعکس آخرت کے لیے جینے والے شخص کی تمام بھاگ دوڑ آخرت کے لیے سرمایہ جمع کرنے میں گزرتی ہے۔ ایسے شخص کا نعرہ وہ ہوتا ہے جو شیخ عبداللہ العزام کا نعرہ تھا:

هِيَ مَيْتَةٌ وَاحِدَةٌ فَلْتَكُنْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

(موت صرف ایک ہی دفعہ آنی ہے پھر کیوں نہ یہ موت اللہ کے راستے میں جدوجہد کرتے ہوئے آئے۔)

کیا آپ معاشرے کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں؟

اصلاحِ معاشرہ کا ایک طریقہ یہ ہے کہ لوگوں تک حق بات پہنچائی جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ (صحیح مسلم)

"جو شخص کسی نیک کام کی طرف کسی دوسرے شخص کی راہنمائی کرے گا، اُسے نیک کام کرنے والے کے برابر اجر اور ثواب دیا جائے گا۔"

آیئے اصلاحِ معاشرہ کے کام میں دینِ اسلام کی مدد کریں۔ آپ کی دی ہوئی کتابوں کی وجہ سے جس گھر میں جو اچھے اثرات ہوں گے آپ اس اجر میں برابر کے شریک ہوں گے۔ ڈاکٹر گوہر مشتاق کی اصلاحِ معاشرہ کے موضوع پر کتابوں کے سیٹ کو خرید کر اپنے رشتہ داروں کو تحفے میں دیں۔

1--- موسیقی، اسلام اور جدید سائنس کی روشنی میں
2--- ایک آنکھ والا دجال
3--- انسانی دل اور تعلیماتِ اسلام۔ ایک مذہبی اور سائنسی تجزیہ
4--- معرکۂ روح و بدن
5--- پردہ: محترم خواتین کا حجاب
6--- دجالی دور اور مسلم نوجوان
7--- داڑھی کی اہمیت قرآن، سنت اور جدید سائنس کی روشنی میں
8--- ریڈیائی ذرے۔ بت پرست دشمنوں کا ہتھیار
9--- سورۃ الواقعہ کی سائنسی تفسیر
10--- سورۃ یٰسٓ کی تفسیر
11--- تزکیۂ نفس، اسلام اور جدید علمِ نفسیات کی روشنی میں

تبلیغی مقاصد کے لئے پورا سیٹ یا زیادہ تعداد میں کتابیں خریدنے پر خصوصی رعایت۔ تفصیلات کے لئے درج ذیل پتہ پر رابطہ کریں۔ مکتبہ خواتین میگزین، لاہور